احمدی نوجوانوں کیلئے

جنوری 2005ء

مدیر

منصور احمد نورالدین
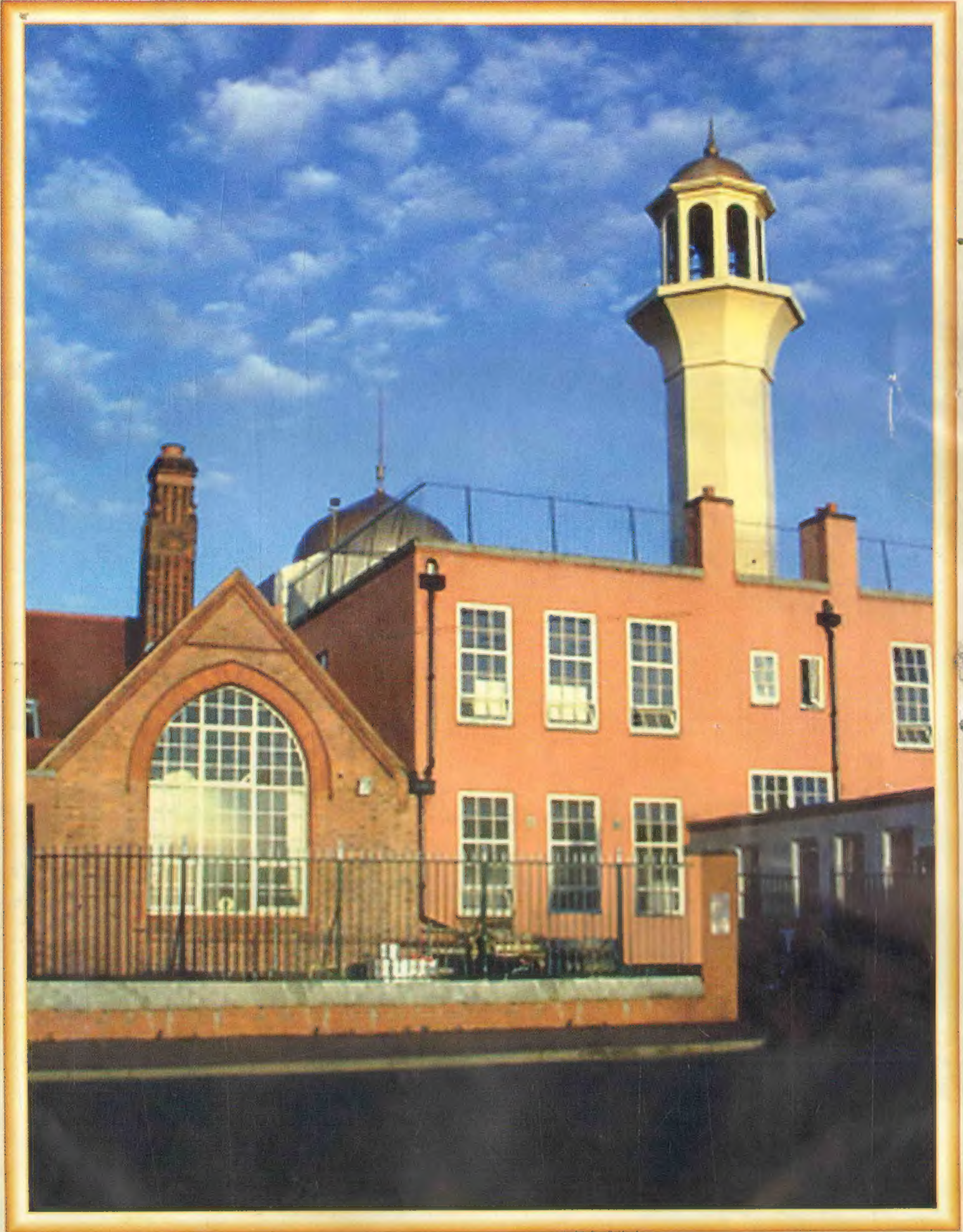
بیت ''دارالبرکات'' برمنگھم

انگلستان

محترم صدر صاحب کا پیغام

مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 27 اگست 2004ء میں ارشاد فرمایا کہ:-

''ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ برکت ہمیشہ نظام جماعت کی اطاعت اور اس کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہی ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں ہمیشہ نظام جماعت کے ساتھ وابستہ رکھے، ہمیشہ نظام جماعت اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

خالد

monthlykhalid52@yahoo.com

جنوری 2005ء
صلح 1384ہش

جلد 52
شمارہ نمبر 1

مدیر
منصور احمد نورالدین

مجلس ادارت
لئیق احمد ناصر چوہدری، عبدالرحمٰن
وقار احمد، سید عطاء الواحد رضوی

اس شمارے میں

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ خالد محمود پانی پتی پبلشر: قمر احمد محمود مینیجر: عزیز احمد پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر

مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی قیمت ۱۰ روپے.....سالانہ ۱۰۰

PH: +92 4524 212349- 212685 FAX: +92 4524 213091
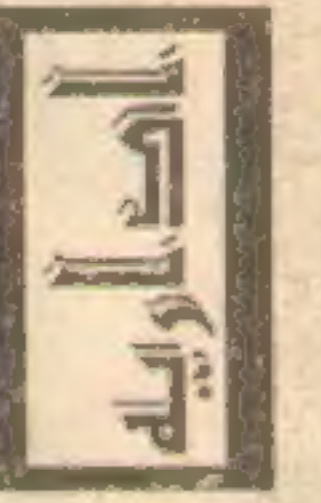
سال نو اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے ۲؍جنوری ۱۹۳۱ء کو نئے سال کے موقعہ پر خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ:-

''ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک نیا سال عطا کیا ہے۔ اور موقعہ دیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ نئی جماعت کے قائم کرنے کا منشا ہی یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ پہلی سے بڑھ جائے جب کسی طالب علم کو آٹھویں جماعت میں ترقی دی جاتی ہے۔ تو غرض اس سے یہی ہوتی ہے کہ وہ ساتویں سے بڑھ جائے اور دسویں والا نویں سے بڑھ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اپنے سامان اور مخفی سامانوں کے مطابق ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۱ء بڑھا ہوا ہونا چاہئے۔ اس میں شبہ نہیں کی بعض طالب علم ساتویں جماعت میں ہو کر بھی چھٹی والوں سے کمزور ہوتے ہیں۔ مگر یہ ان کی اپنی سستی اور غفلت ہوتی ہے۔ سکول بنانیوالے اور اس کے منتظمین یہی انتظام کرتے ہیں کہ اگلی جماعت والا پچھلی جماعت کے لڑکے سے بڑھ کر ہو۔ پس یہ نیا سال پچھلے سال سے اپنی استعدادوں کے لحاظ سے بڑھ کر ہے۔ ہم خواہ فائدہ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ ہاں ہم چاہیں تو اس سال میں وہ خوبیاں اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں جو پچھلے سال نہیں کر سکے اور چاہیں تو پچھلی بھی ضائع کر دیں۔ کیونکہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں۔ کہ وہ پچھلا لکھا پڑھا سب کچھ بھلا دیتے ہیں۔ پھر بعض عمریں بھی ایسی ہوتی ہیں۔ کہ جن میں سب کچھ بھول جاتا ہے۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ ان فیوض سے پوری طرح نفع حاصل کرے جو اس نئے سال سے وابستہ ہیں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمان: ۳۰) اس یوم سے مراد دور نبوت ہی نہیں۔ کیونکہ نبوت کا دور تکمیل کا دور ہوتا ہے۔ اس سے چھوٹے ایام بھی ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک سال بھی ہے ہر سال خدا تعالیٰ کا سلوک بندوں سے جداگانہ ہوتا ہے۔ اور اسکی بعض نئی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ گو وہ اپنی شان میں ایسی اعلیٰ و ارفع نہ ہوں۔ جتنی انبیاء کے دور میں ہوتی ہیں۔ مگر بہر حال تجدید اور زیادتی ضرور ہوتی ہے۔ اور زیادتی چاہے۔ ایک پیسہ کی ہی ہو۔ وہ زیادتی ہی ہے۔ کیونکہ تھوڑا تھوڑا مل کر بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا:-

ع قطرہ قطرہ مے شود دریا

معمولی معمولی منافع لینے والے تاجر بڑی دولت پیدا کر لیتے ہیں۔ بلکہ جتنی زیادہ کسی کی تجارت وسیع ہوا تنا

ہی وہ کم منافع لیتا ہے۔ اسکے ہاتھ سے اربوں روپیہ کا مال نکلتا ہے۔ اس لیے وہ نہایت معمولی منافع سے ہی کروڑوں روپیہ کما لیتا ہے۔ پس اگر تھوڑی سی زیادتی بھی کسی سال میں پیدا ہو تو وہ بھی مفید ہوتی ہے۔ اور اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت بلکہ ہر صفت کا ہر ظہور انسان کے لئے مفید اور ضروری ہے۔ پس اس نئے سال میں اللہ تعالیٰ کی جس قسم کی صفات بھی ظاہر ہوں اور ان کا جو بھی ظہور ہو اور جتنی بھی اس کی مقدار ہو۔ وہ پہلے ہمارے پاس نہیں۔ اور ضرورت ہے۔ بلکہ فرض ہے کہ کوشش کر کے ہم اسے حاصل کریں۔ شاید اسی سال کی زیادتی ہمارے وزن کو زیادہ کر دے۔ اور ہم فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ کے مصداق گروہ میں داخل ہو جائیں۔ اور شاید اس کمی کی وجہ سے ہم وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ کے مصداق لوگوں میں شامل ہو جائیں تھوڑی کمی کو پورا کرنے کے لئے بھی کوشش کی ضرورت ہے۔ خواہ وہ تھوڑی ہی ہو۔ اور عین ممکن ہے کہ اس خیال سے کہ یہ کیا نئی چیز لایا ہوگا۔ ہم وہ خفیف سی کوشش نہ کر سکیں اور نجات سے محروم رہ جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو تھوڑے اوزان اس سال حاصل کر لیں ان سے نہ صرف پچھلی غلطیوں کی تلافی ہو جائے۔ بلکہ نئے سال کے ظہور کا بھی فائدہ حاصل کیا جا سکے۔ اور صرف نجات ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو جائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص تمام عمر ایسے اعمال کرتا رہتا ہے۔ کہ دوزخ کے قریب پہونچ جاتا ہے۔ مگر عین دروازہ پر جا کر اسے ایسا جھٹکا لگتا ہے۔ کہ وہ جنت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ساری عمر ایسے اعمال کرتا ہے کہ جنت کے دروازہ پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر وہاں اسے یک لخت ایسا جھٹکا لگتا ہے۔ کہ دوزخ میں جا پہنچتا ہے۔ پس کیا معلوم ہے کہ یہ سال ہم میں سے بعض کیلئے جنت میں پہنچا دینے والے جھٹکے کا سال ہو اس لئے اپنی معمولی غفلت سے ایسے ابدی فائدہ سے محروم نہ رہو جسکی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ اور جس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ کہ لَا عَیْن رَأَتْ وَلَا اُذُن سَمِعَت۔ پس آؤ کوشش کر کے پچھلے سال کی جو کوتاہیاں ہیں۔ انہیں دور کریں۔ اور نئے سال کے ظہور اور اس میں خدا تعالیٰ کی تجلیوں سے فائدہ اٹھانیوالے بنیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کی یہ نیا سال ہماری ذاتی اور قومی ترقیوں کا موجب ہو بلکہ دوسری دنیا کی روحانی ہدایت کا بھی موجب ہو اور وہ ہدایت حاصل کر کے ہمارے ساتھ ہو"۔ (الفضل ۸ رجنوری ۱۹۳۱)

سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب)

اس نعت کا تعارف کرواتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ یو کے ۲۰۰۲ء میں خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے کبھی ایسی نعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعتوں کے بعد نہ سنی، نہ دیکھی اور میرا خیال ہے ہمیشہ کے لئے یہ نعت حضرت میر صاحب کو خراج تحسین پیش کرتی رہے گی"۔

بدر گاہِ ذی شان خیرالانام — شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام — یہ کرتا ہے عرض آپ کا اِک غلام
کہ اَے شاہِ کونینِ عالی مقام — **عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

حسینانِ عالَم ہوئے شرمگیں — جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نُورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں — کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسن تام — **عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی — بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی — کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپ کے دم سے اس کا قیام — **عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

محبت سے گھائل کیا آپ نے — دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے — شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کر دیے سب حلال اور حرام — **عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال — وہ سب آپ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال — ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام — **عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

مقدس حیات اور مطہر مذاق — اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہانگیر یکراں بُراق — کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام — **عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

علمدارِ عُشّاقِ ذاتِ یگاں — سپہدارِ افواجِ قدّوسیاں
معارف کا اِک قلزمِ بیکراں — افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا! آبِ کوثر کا جام
عَلَیْکَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکَ السَّلام

مقام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

از

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملایک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں''۔ (روحانی خزائن جلد نمبر ۵ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۰،۱۶۱)

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی''

''سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی امی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اُس کو ملے گی۔ کہ کوئی بات اُس کے آگے انہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اُس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اس کے ساتھ ہوں گی''۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ سراج منیر صفحہ نمبر ۸۲،۸۳)

''دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم ان نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ حضرت داؤد حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور

دوسرے انبیاء سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا کیونکہ صرف قصوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں کیونکہ اب ان کا نام ونشان نہیں بلکہ ان گذشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا اور یقیناً سمجھ نہیں سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصے حقیقت کے رنگ میں آگئے۔ اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا اور جو کچھ قصوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے۔

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا۔ وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اُس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے اور اس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا۔ اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اُس کے لئے کھولا نہ گیا لیکن افسوس! کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ وہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ نور اُن کے اندر داخل ہو"۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۲۳ چشمہ معرفت دوسرا حصہ صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳)

❖❖❖❖

ادائیگئ نماز کے بارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک پہلو

تُجمَعُ لَهُ الصَّلٰوۃُ

(مرسلہ: مکرم طارق احمد محسن صاحب)

''دیکھو ہم بھی رخصتوں پر عمل کرتے ہیں۔ نمازوں کو جمع کرتے ہوئے کوئی دو ماہ سے زیادہ ہو گئے ہیں بسبب بیماری کے اور تفسیر سورہ فاتحہ کے لکھنے میں بہت مصروفیت کے سبب ایسا ہو رہا ہے۔ اور ان نمازوں کے جمع کرنے میں تُجمَعُ لَهُ الصَّلٰوۃُ کی حدیث بھی پوری ہو رہی ہے۔ کہ مسیح موعود کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود نماز کے وقت پیش امام نہ ہوگا۔ بلکہ کوئی اور ہوگا اور وہ پیش امام مسیح کی خاطر نمازیں جمع کرائے گا۔ سو اب ایسا ہی ہوتا ہے جس دن ہم زیادہ بیماری کی وجہ سے بالکل نہیں آسکتے۔ اس دن نمازیں جمع نہیں ہوتیں اور اس حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار کے طریق سے یہ فرمایا ہے کہ اس کی خاطر ایسا ہوگا۔ چاہیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی عزت و تکریم کریں اور ان سے بے پرواہ نہ ہوویں ورنہ یہ ایک گناہ کبیرہ ہوگا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو خفت کی نگاہ سے دیکھیں۔ خدا تعالیٰ نے ایسے ہی اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ اتنے عرصہ سے نمازیں جمع ہو رہی ہیں۔ ورنہ ایک دو دن کے لئے یہ بات ہوتی تو کوئی نشان نہ ہوتا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ لفظ اور حرف حرف کی تعظیم کرتے ہیں۔ سب صاحبوں کو معلوم ہو کہ ایک مدت سے خدا جانے قریباً چھ ماہ یا کم و بیش عرصہ سے ظہر اور عصر کی نماز جمع کی جاتی ہے۔ میں اس کو مانتا ہوں۔ کہ ایک عرصہ سے جو مسلسل نماز جمع کی جاتی ہے۔ ایک نو وارد یا نو مرید کو جس کو ہمارے اغراض و مقاصد کی کوئی خبر نہیں ہے۔ یہ شبہ گذرتا ہوگا کہ کاہلی کے سبب سے نماز جمع کر لیتے ہوں گے۔ جیسے بعض غیر مقلد ذرا ابر ہوا یا کسی عدالت میں جانا ہوا تو نماز جمع کر لیتے ہیں۔ اور بلا مطر اور بلا عذر بھی نماز جمع کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم کو اس جھگڑے کی ضرورت اور حاجت نہیں۔ اور نہ ہم اس میں پڑنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ میں طبعاً اور فطرتاً اس کو پسند کرتا ہوں۔ کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جاوے اور نماز موقوفہ کے مسئلہ کو بہت ہی عزیز رکھتا ہوں۔ بلکہ سخت مطر میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جاوے۔ اگرچہ شیعوں نے اور غیر مقلدوں نے اس پر بڑے بڑے مباحثے کئے ہیں۔ مگر ہم کو ان سے کوئی غرض نہیں۔ وہ صرف نفس کی کاہلی سے کام لیتے ہیں۔ سہل حدیثوں کو اپنے مفید مطلب پا کر ان سے کام لیتے ہیں اور مشکل کو موضوع اور مجروح ٹھہراتے ہیں۔ ہمارا یہ مدعا نہیں۔ بلکہ ہمارا مسلک ہمیشہ حدیث کے متعلق یہی رہا ہے۔ کہ جو قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو۔ وہ اگر ضعیف بھی ہو۔ تب بھی اس پر عمل کر لینا چاہیے۔ اس وقت جو ہم نمازیں جمع کرتے ہیں۔ تو اصل بات یہ ہے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی تفہیم القاء اور الہام کے بدوں نہیں کرتا۔ بعض امور ایسے ہوتے ہیں۔ کہ میں ظاہر نہیں کرتا۔ مگر اکثر ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں تک خدا تعالیٰ نے مجھ پر اس جمع بین الصلوتین کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے تجمع له الصلوٰۃ کی بھی ایک عظیم الشان پیشگوئی کی تھی۔ جو اب پوری ہو رہی ہے۔ میرا یہ بھی مذہب ہے۔ کہ اگر کوئی امر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق تو گو علمائے ظواہر اور محدثین اس کو موضوع ہی

ٹھہراویں۔ مگر میں اس کے مقابل اور معارض کی حدیث کو موضوع کہوں گا۔ اگر خداتعالیٰ نے اس کی صحت مجھ پر ظاہر کردی ہے۔ جیسے **لامھدی الاعیسیٰ** والی حدیث ہے۔ محدثین اس پر کلام کرتے ہیں۔ مگر مجھ پر خدا تعالیٰ نے یہی ظاہر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور یہ میرا مذہب میرا ہی ایجاد کردہ نہیں۔ بلکہ خود یہ مسلم مسئلہ ہے۔ کہ اہل کشف واہل الہام لوگ محدثین کی تنقید حدیث کے محتاج اور پابند نہیں ہوتے۔ خود مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ میں اس مضمون پر بڑی بحث کی ہے۔ اور یہ تسلیم کیا ہے۔ کہ ماموراور اہل کشف محدثین کی تنقید کے پابند نہیں ہوتے۔ تو جب یہ حالت ہے۔ پھر میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو کچھ میں کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے القاءاوراشارہ سے کرتا ہوں۔ یہ پیشگوئی جواس حدیث **تجمع له الصلوٰة** میں کی گئی ہے۔ یہ مسیح موعوداور مہدی کی ایک علامت ہے۔ یعنی وہ ایسے دینی خدمات اور کاموں میں مصروف ہوگا کہ اس کے لئے نماز جمع کی جائے گی''۔ (الحکم ۱۹۰۲ء)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا سفرمیں جمع بین الصلوٰتین

''سفرمیں بھی میں نے چندروزہ اقامت کی حالت میں بعض دفعہ مسنون طور پر دونمازوں کو جمع کرلیا ہے۔ اور کبھی ظہر کے اخیر وقت پر ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھا ہے۔ اب یہ علامت جبکہ پوری ہوگئی اور ایسے واقعات پیش آگئے۔ پھر اس کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے نہ کہ استہزاء اور انکار کے رنگ میں۔ دیکھو انسان کے اپنے اختیار میں اس کی موت فوت نہیں ہے۔ اب اس نشان کے پورا ہونے پر تو یہ لوگ رکیک اور نامعقول عذر تراشتے ہیں۔ اور اعتراض کے رنگ میں پیش کرتے اور حدیث کی صحت اور عدم صحت کے سوال کو لے بیٹھے ہیں۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس نشان کو پورا ہونے سے پہلے ہماری موت آجاتی۔ تو یہی لوگ اس حدیث کو جسے اب موضوع ٹھہراتے ہیں۔ آسمان پر چڑھا دیتے اور اس سے زیادہ شور مچاتے جواب مچارہے ہیں۔ دشمن اسی ہتھیار کو اپنے لئے تیز کرلیتا۔ لیکن اب جبکہ وہ صداقت کا ایک نشان اور گواہ ٹھہرتا ہے۔ تو اس کو نکما اور لاشے قرار دیا جاتا ہے۔ پس لوگوں کے لئے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ انہوں نے تو صدہا نشان دیکھے۔ مگر انکار پر انکار کیا۔ اور صادق کو کاذب ہی ٹھہرایا۔ اور کس نشان کو انہوں نے مانا۔ جو اس کی امید ان سے رکھیں۔ کیا کسوف خسوف کا کوئی جھوٹا نشان تھا۔ اس کے پورا ہونے سے پہلے تو اس کو نشان قرار دیتے رہے۔ مگر جب پورا ہوگیا تو اس کو بھی مشکوک کرنے کی کوشش کی۔ بہر حال مخالفوں کی کورچشمی اور تعصب کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔ اب رہی اپنی جماعت خدا کا شکر ہے کہ اس کے لئے یہ کوئی ابتلا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس نے دمشق کے منارہ پر چڑھنے والے اور فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے زرد پوش مسیح کے اترنے کی حقیقت کو خدا کے فضل سے سمجھ لیا ہے اور جس نے خدا کی صفات والے دجال کا انکار کر کے دجال کی حقیقت حال پر اطلاع پائی ہے۔ اور ایسا ہی دابۃ الارض اور دجال کے متعلق ان لوگوں کے خانہ ساز مجموعوں کو چھوڑا ہے اور اس قدر باتوں پر جب وہ مجھ پر نیک ظن کرنے سے ان سے الگ ہوگئے ہیں تو یہ امر ان کی راہ میں روک اور ابتلا کا باعث کیونکر ہوسکتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو۔ کہ اب بات صرف حسن ظن تک نہیں رہی۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ان کو معرفت اور بصیرت کے مقام تک پہنچادیا ہے اور وہ دیکھ چکے ہیں۔ کہ میں وہی ہوں جسکا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ ہاں میں وہی ہوں۔ جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا۔ اور پھر خدا نے ان کی معرفت بڑھانے کے لئے منہاج نبوت پر اس قدر نشانات ظاہر کئے۔ کہ لاکھوں انسان ان کے گواہ ہیں۔ دوست ودشمن دورونزدیک ہر مذہب وملت کے لوگ ان کے گواہ ہیں۔ زمین نے اپنے نشانات الگ ظاہر کئے۔ آسمان نے

الگ۔ وہ علامات جو میرے لئے مقرر تھیں۔ وہ سب پوری ہوگئیں۔ پھر اس قدر نشانات کے بعد بھی اگر کوئی انکار کرتا ہے۔ تو وہ ہلاک ہوتا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ تم میں سے ہر ایک پر خدا نے ایسا فضل کیا ہے کہ ایک بھی تم میں سے ایسا نہیں جس نے اپنی آنکھوں سے کوئی نہ کوئی نشان نہ دیکھا ہو۔ کیا کوئی ہے۔ جو کہہ سکے۔ کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا؟ ایک بھی نہیں۔ پھر ایسی بصیرت اور معرفت بخشنے والے نشانوں کے بعد مجھ پر حسن ظن ہی نہیں رہا۔ بلکہ میری سچائی خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئی۔ تم علیٰ وجہ البصیرت گواہ ہو۔ اور تم پر حجت پوری ہو چکی ہے۔ پھر وہ بڑا ہی بدقسمت اور نادان ہوگا جو اتنے نشانوں کے بعد اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ابتلا میں پڑے۔ جو اس کے ازدیاد ایمان کا موجب اور باعث ہونی چاہیے۔ جو کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ آنے والے موعود کا یہ بھی ایک نشان ہے۔ کہ اس کے لئے نماز جمع کی جائی گی پس تمہیں خدا کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ کہ یہ نشان بھی پورا ہوتا ہوا تم نے دیکھ لیا لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اہل کشف اور مامور تنقید احادیث میں ان کے اصولوں کے محتاج اور پابند نہیں ہوتے۔ تو پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر اس حدیث کی صحت کو ظاہر کر دیا ہے تو اس پر زور دینا تقویٰ کے خلاف ہے۔ پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ محدثین خود ہی مانتے ہیں کہ حدیث میں سونے کے کنگن پہننے کی سخت ممانعت ہے۔ مگر وہ کیا بات تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کو سونے کے کنگن پہنا دئے۔ چنانچہ اس صحابی نے بھی انکار کیا۔ مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو پہنا ہی دیئے۔ کیا وہ اس حرمت سے آگاہ نہ تھے۔ تھے اور ضرور تھے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہزاروں حدیثوں کو قربان کرنے کو تیار تھے۔ اب غور کا مقام ہے کہ جب ایک پیشگوئی کے پورا ہونے نے حرمت کا جواز کرا دیا تو بلا مطر و بلا عذر والی بات پر انکار کیوں۔

احادیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اپنے خواب کو بھی سچا کرنے کی کوشش کرو۔ چہ جائیکہ نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی۔ جس شخص کو ایسا موقع ملے اور وہ عمل نہ کرے اور اس کو پورا کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ وہ دشمن اسلام ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرانا چاہتا ہے۔ اور آپ کے مخالفوں کو اعتراض کا موقع دینا چاہتا ہے۔ صحابہ کا مذہب یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر اپنی معرفت اور ایمان میں ترقی دیکھتے تھے۔ اور وہ اس قدر عاشق تھے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کو جاتے تھے۔ اور پیشگوئی کے طور پر کہہ دیتے کہ فلاں منزل پر نماز جمع کریں گے۔ اور ان کو موقع مل جاتا تو وہ خواہ کچھ ہی ہوتا۔ ضرور جمع کر لیتے۔ اور خود آنحضرت ﷺ ہی کی طرف دیکھو کہ آپ پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے کس قدر مشتاق تھے۔ ہم کو کوئی بتائے کہ آپ حدیبیہ کی طرف کیوں گئے کیا کوئی وقت ان کو بتایا گیا تھا اور کسی میعاد سے ان کو اطلاع دی گئی تھی۔ پھر کیا بات تھی یہی وجہ تھی۔ کہ آپ چاہتے تھے کہ وہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ یہ ایک باریک سر اور دقیق معرفت کا نکتہ ہے۔ جس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ کہ انبیاء اور اہل اللہ کیوں پیشگوئیوں کے پورا کرنے اور ہونے کی ایک غیر معمولی رغبت اور تحریک اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں۔ یا اہل اللہ ہوئے ہیں۔ ان کو فطرتاً رغبت دی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں کو پورا کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہوتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام نے اپنی جگہ داؤدی تخت کو بحالی والی پیشگوئی کے لئے کس قدر سعی اور کوشش کی۔ کہ اپنے شاگردوں کو یہاں تک حکم دیا کہ جس کے پاس تلواریں اور ہتھیار نہ ہوں۔ وہ اپنے کپڑے بیچ کر ہتھیار خرید ے اب اس پیشگوئی کو پورا کرنے کی

وہ فطری خواہش اور آرزو نہ تھی۔ جو انبیاء علیہم السلام میں ہوتی ہے۔ تو ہم کو کوئی بتائے کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ اور ایسا ہی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر یہ طبعی جوش نہ تھا۔ تو آپ کیوں حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جبکہ کوئی میعاد اور وقت بتایا نہیں گیا تھا۔ بات یہی ہے۔ کہ یہ گروہ خدا تعالیٰ کے نشانوں کی حرمت اور عزت کرتا ہے اور چونکہ ان نشانوں کے پورا ہونے پر معرفت اور یقین میں ترقی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پورے ہوں۔ اس لئے آنحضرت ﷺ جب کوئی نشان پورا ہوتا تو سجدہ کرلیا کرتے تھے۔ جب تک دل دھوئے نہ جاویں۔ اور ایمان حجاب اور زنگ کے ہتوں سے صاف نہ کیا جاوے۔ سچا اسلام اور سچی توحید جو مدار نجات ہے۔ حاصل نہیں ہوسکتی اور دل کے دھونے اور ان حجب ظلمانیہ کے دور کرنے کا آلہ یہی خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں۔ جن سے خود اللہ تعالیٰ کی ہستی اور نبوت پر ایمان پیدا ہوتا ہے اور جب تک سچا ایمان نہ ہو جو کچھ کرتا ہے وہ صرف رسوم اور ظاہرداری کے طور پر کرتا ہے۔ پس جب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات تھی تو میرا نورِ قلب اس کے خلاف کرنے کی کیونکر رائے دے سکتا تھا۔ اس لئے میں نے چاہا۔ کہ یہ ہونا چاہیے تا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی پوری ہو۔ ممکن تھا کہ ایسے واقعات پیش نہ آتے۔ لیکن جب ایسے امور پیش آ گئے کہ جن میں مصروفیت از بس ضروری تھی۔ اور توجہ ٹھیک طور پر چاہیے تھی تو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا اور وہ پوری ہوئی۔ اس طرح پر جیسے خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

میرا ان نمازوں کو جمع کرنا جیسا کہ کہہ چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اشارہ اور ایماء اور القاء سے تھا۔ حالانکہ مخالف تو خواہ مخواہ بھی جمع کر لیتے ہیں۔ مسجد میں بھی نہیں جاتے۔ گھروں ہی میں جمع کر لیتے ہیں۔ مولوی محمد حسین ہی کو قسم دے کر پوچھا جاوے۔ کہ کیا اس نے کبھی کسی حاکم کے پاس جاتے وقت نماز جمع کی ہے یا نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نشان پر کیوں اعتراض کیا جاوے۔ اگر تقویٰ اور خدا ترسی ہو۔ تو اعتراض کرنے سے پہلے انسان اپنے گھر میں سوچ لے۔ کہ کیا کہتا ہوں۔ اور اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہوگا۔ اور کس پر پڑے گا۔ میں نے اس اجتہاد میں یہ بھی سوچا کہ ممکن تھا۔ ہم دس دن میں ہی کام کو ختم کر دیتے۔ جو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا موجب اور باعث ہوا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی پسند کیا کہ جب یہ لوگ اپنے نفس کی خاطر دو دو مہینے نکال لیتے ہیں۔ تو پیشگوئی کی تکمیل کے لئے ایسی مدت چاہیے۔ جس کی نظیر نہ ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اگرچہ وہ مصالح ابھی تک نہیں کھلے۔ مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ ضرور کھلیں گے۔ دیکھو ضعفِ دماغ کی بیماری بدستور لاحق ہے۔ بعض وقت ایسی حالت لاحق ہوتی ہے۔ کہ موت قریب ہو جاتی ہے۔ تم میں سے اکثر نے میری ایسی حالت و معائنہ کیا ہے۔ اور پھر پیشاب کی بیماری عرصہ سے ہے۔ گویا دو زرد چادریں مجھے یہ پہنائی گئی ہیں۔ ایک اوپر کے حصہ بدن میں ان بیماریوں کی وجہ سے وقت صافی بہت کم ملتا ہے۔ مگر ان ایام میں خدا تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا۔ کہ صحت بھی اچھی رہی اور کام ہوتا رہا۔ مجھے تو افسوس اور تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جمع بین الصلوتین پر روتے ہیں۔ حالانکہ مسیح کی قسمت میں بہت سے اجتماع رکھے ہیں''۔

(الحکم ۳ر دسمبر ۱۹۰۱ء)

(بحوالہ مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۴۶ تا ۵۲)

○○○○○○

ارشادات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

دعوۃ الی اللہ

ذاتی نمونہ ـــ عمل صالح

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''یاد رکھیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ دعوت الی اللہ کرو وہاں یہ بھی شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا نیک اعمال بجالانے والا ہے۔ اور وہی داعی الی اللہ فرمانبرداروں میں سے ہے جو نیک عمل بھی کر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ دوسروں کو (دعوۃ الی اللہ) ہو اور خود نمازوں کی بھی کوئی پابندی نہ ہو، لوگوں کے حق ادا کرنے والے نہ ہوں، عزیزوں رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آنے والے نہ ہوں۔ کیونکہ برکت بھی اسی داعی الی اللہ کے کام میں پڑے گی جس کے اپنے عمل بھی ایسے ہوں گے کہ جو دینی تعلیم سے مطابقت رکھتے ہوں گے۔ یہاں کے لوگ بڑے ہوشیار ہیں۔ آپ کی ذراسی کوئی غلطی کو پکڑ کر وہ آپ کو بتائیں گے۔ اور یہ ہر جگہ ہوتا ہے۔ اس لئے قانون کی پابندی کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ عبادت کے اعلیٰ معیار قائم کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ کیونکہ یہی (دین حق) کی تعلیم ہے کہ (دعوۃ الی اللہ) اس بات کی کرو یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ بات کہو جس پر سو فیصد خود بھی عمل کر رہے ہو۔ برکت تبھی پڑے گی ورنہ تو تم خود بھی ہو سکتا ہے کہ کہہ کچھ رہے ہو اور کر کچھ رہے ہو اور تمہارا گناہ گاروں میں بھی شمار ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:۳۔۴)

کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو کہ جو تم کرتے نہیں۔

تو داعی الی اللہ کے لئے اپنے پاک نمونے بھی قائم کرنا بہت ضروری ہے اور یہ ہر ایک کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ چاہے کوئی دعوت الی اللہ کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ ہر احمدی کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کیونکہ وہ جب احمدیت کی طرف منسوب ہوتا ہے تو لوگوں کی اس پر نظر رہتی ہے۔ اس کا کوئی بھی غلط کام، غلط حرکت، احمدیت کو جھٹلاتے ہیں۔ اور ایک احمدی کی کوئی بھی غلط حرکت ایک اچھے دعوت الی اللہ کرنے والے کے کام پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے اگر خود دعوت الی اللہ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے اعمال اتنے درست ہوں کہ دوسرے داعیان الی اللہ کی مدد ہو سکے۔ کبھی کوئی انگلی آپ پہ یہ کہتے ہوئے نہ اٹھے کہ پہلے اپنوں کو تو سنبھالو، پہلے اپنے لوگوں کی حالت تو درست کرو۔ اس لئے ہر احمدی اپنی اصلاح کی طرف ہمیشہ کوشش کرے، توجہ دیتا رہے۔ اپنے آپ کو اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے منسوب رکھنا ہے تو اپنی اصلاح بھی ہمیں کرنی ہوگی تاکہ کوئی بھی شخص جماعت کا، (دین حق) کا

پیغام پہنچانے میں روک نہ بنے۔

بہر حال دعوت الی اللہ کے لئے عمل صالح بھی بہت ضروری ہے اور جب اپنے عمل نیک ہوں گے تو آپ دوسروں کو کہنے میں بھی حق بجانب ہوں گے۔ ورنہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہتے کچھ ہو اور کرتے کچھ ہو۔ اس طرح تو تم گناہ گار بن رہے ہو۔ ثواب لینا تو علیحدہ رہا، گناہ میں حصہ لے رہے ہو"۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍اکتوبر ۲۰۰۴ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۲۲؍اکتوبر تا ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۴ء)

لین دین کے معاملات......اور تحریر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

ہماری تمدنی اور معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ آپس کا لین دین کا معاملہ ہے۔ انسان کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ لیکن یہی لین دین جب قرض کی صورت میں ہو تو بے انتہاء معاشرتی مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ بھائیوں بھائیوں کی رنجشیں ہو جاتی ہیں، دوستوں کے آپس میں لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں اور جب بڑے پیمانے پر کاروباری اداروں اور بنکوں سے قرض لئے جاتے ہیں تو بعض دفعہ سب کچھ لٹنے اور ذلت و رسوائی تک نوبت آ جاتی ہے۔

تو ایک مومن کو، ایسے شخص کو جو خدا تعالیٰ کا عبد کہلانے کا دعویٰ رکھتا ہے، معاشرے کی اس برائی سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور پھر طریق بھی فرما دیا کہ کس طرح لڑائی جھگڑوں اور ذلت و رسوائی کی باتوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اسلام نے قرض دینے والوں کو بھی بتا دیا کہ کس طرح قرض دینے کے بعد واپس لینے کا تقاضا کرنا ہے اور لینے والوں کو بھی بتا دیا کہ تم نے کس طرح حسن ادائیگی کی طرف توجہ دیتے ہوئے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنا ہے یا اپنا مقام بلند کرنا ہے۔ قرآن کریم نے اتنی گہرائی میں جا کر انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے لین دین جو قرض کی صورت میں ہو اس کا حساب رکھنے کا طریق سکھایا ہے کہ اگر نیت نیک ہو تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ فریقین کو کسی بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ایک معین مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اب یہ دیکھیں کتنا خوبصورت حکم ہے، بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں بڑا اعتبار ہے، کیا ضرورت ہے لکھنے کی، ہم تو بھائی بھائی کی طرح ہیں۔ لکھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ بے اعتباری ہے اس طرح سے تو ہمارے اندر دوری پیدا ہوگی اور ہمارے اندر رنجشیں بڑھیں گی اور ہمارے آپس کے تعلقات خراب ہوں گے۔ تو یاد رکھیں کہ اگر تعلقات خراب ہوتے ہیں اور اگر تعلقات خراب ہوں گے تو تب ہوں گے جب قرآن کریم کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے نہ کہ قرآن کریم پر عمل کرنے سے۔ بعض دفعہ یہ لکھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ چھوٹی رقم کا لین دین ہے اس کو کیا لکھنا ہمیں تو شرم آتی ہے کہ اتنی چھوٹی سی رقم کے بارے میں لکھیں کہ اتنا قریبی تعلق ہے اور اتنی چھوٹی سی رقم کے لئے تحریر لی جائے۔ یا پھر کوئی چیز استعمال کے لئے لی ہے اس کے بارے میں تحریر لی جائے مثلاً بعض دفعہ بیاہ شادیوں وغیرہ پر بھی ایک دوسرے

کی چیزیں استعمال کے لئے لی جاتی ہے تو وہ بھی اسی زمرے میں آتی ہیں۔ وہ بھی لکھ لینی چاہئیں کیونکہ ان میں بھی بعض دفعہ بدظنیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعد کی بدظنیوں سے بچنے کے لئے بہترین طریق ہے کہ چھوٹی سی تحریر بنالی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہے کہ لین دین چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ان جھگڑوں سے بچنا ہے تو لکھا کرو۔ جیسا کہ فرمایا کہ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ کہ لین دین خواہ چھوٹا ہو یا بڑا "اسے اس کی مقررہ میعاد پر یعنی جب تک کا معاہدہ ہے وہ بھی لکھو اور معاہدے کی تفصیل بھی لکھو، اور اس سے اکتانا نہیں چاہیے۔ یا اس کو معمولی چیز نہیں سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ اکتانے کا مطلب تو یہ ہے کہ شیطان کسی وقت بھی تمہارے اندر بدظنیاں پیدا کردے گا اور بظاہر جو تم بلند حوصلگی کا مظاہرہ کر رہے ہو یا جو تم نے کیا ہے یہ تمہیں ایک وقت میں ایسے مقام پر لا کر کھڑا کردے گا کہ بلند حوصلگی تو ایک طرف رہی تم ادنیٰ اخلاق کا بھی مظاہرہ نہیں کر رہے ہوگے۔ اور اس طرح عموماً ہوتا ہے، عموماً یہ باتیں ہوتی ہیں۔ یعنی تصور میں باتیں نہیں میں کر رہا ایسے معاملات آتے ہیں اور کئی جگہ ایسے لین دین میں، ایسے معاملوں میں کئی لوگوں کے قضاء میں، امور عامہ میں، جماعت میں یا ملکی عدالتوں میں کیس چلتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ وہی جو ایک وقت میں ہم پیالہ ہم نوالہ ہوتے تھے۔ اکٹھے بیٹھتے تھے، اکٹھے کھاتے تھے، پیتے تھے، بڑی پکی دوستیاں ہوتی تھیں، ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں بھی تلاش کرنی پڑیں تو تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں ہے۔

(فرمودہ ۱۳ راگست ۲۰۰۴ء۔ مطبوعہ ۲۷ راگست تا ۲ ستمبر ۲۰۰۴ء)

انٹرنیٹ کا غلط استعمال

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی آجکل کی بہت بڑی ایک لحاظ سے لغو چیز ہے۔ اس نے بھی کئی گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ ایک تو یہ رابطے کا بڑا سستا ذریعہ ہے پھر اس کے ذریعہ سے بعض لوگ پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ شروع میں شغل کے طور پر سب کام ہو رہا ہوتا ہے پھر بعد میں یہی شغل عادت بن جاتا ہے اور گلے کا ہار بن جاتا ہے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا نشہ ہے۔ اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں۔ آجکل بعض ویب سائٹس ہیں جہاں جماعت کے خلاف یا جماعت کے کسی فرد کے خلاف گندے غلیظ پراپیگنڈے یا الزام لگانے کا سلسلہ شروع ہوا ہوا ہے تو لگانے والے تو خیر اپنی دانست میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں، اپنی عقل کے مطابق کہ یہ مغلظات بک کے وہ جماعت کو کوئی نقصان پہنچا رہے ہیں حالانکہ ان کی ان لغویات پر کسی کی بھی کوئی نظر نہیں ہوتی۔ جماعت کا شاید اعشاریہ ایک فیصد بھی طبقہ اس کو نہ دیکھتا ہو اس کو شاید پتہ بھی نہ ہو تو بہر حال یہ تمام لغویات ہیں اس لئے وہ جوان گندے غلیظ الزاموں کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض نوجوانوں میں یہ جوش پیدا ہو جاتا ہے تو اس جوش کی وجہ سے وہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں ان کو بھی اس سے بچنا چاہئے۔

جماعت کی اپنی ایک ویب سائٹ ہے اگر کوئی اعتراض کسی کی نظر میں قابل جواب ہو کسی کی نظر سے گزرے۔ تو وہ اعتراض انہیں بھیج دینا چاہئے۔ انٹرنیٹ پر بیٹھے ہوتے ہیں پتہ ہے اس کا پتہ کیا ہے اور اگر کسی کے ذہن میں اس اعتراض کا کوئی جواب آیا ہو تو وہ جواب بھی بے شک بھیج دیں۔ لیکن وہاں پر خود کسی کے اعتراض کا جواب نہیں دینا۔ ہو سکتا ہے آپ کو جواب دینا صحیح نہ آتا ہو کیونکہ جہاں آپ بھیجیں گے خود ہی چیک کر لیں گے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب دینا بھی ہے کہ نہیں یا یہ صرف لغویات یا صرف وقت کا ضیاع ہی ہے اس معاملے میں پڑنا۔ کیونکہ اعتراض کرنے والے کی اصلاح تو ہونی نہیں ہوتی کیونکہ اگر ان کا یہ مقصد ہو یہ نیت ہو کہ انہوں نے اپنی اصلاح کرنی ہے یا کوئی فائدہ اٹھانا ہے تو پھر اتنی غلیظ اور گندی زبان استعمال نہیں شریفانہ زبان استعمال کی جاتی ہے۔ اور بعض اعتراضوں کے جواب کا تو دوسروں کو فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ پھر جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ اگر ان کے پاس جواب ہو تو جواب بھیج دیں اس جماعتی نظام کے تحت وہ خود ہی نظام اس کو دیکھ لے گا۔ کہ آیا جو آپ نے بھیجا ہے جواب درست ہے۔ یا اس سے بہتر جواب دیا جا سکتا ہے۔ تو بہرحال مقصد یہ ہے کہ جماعت کے کسی بھی فرد کا وقت بلا مقصد ضائع نہیں ہونا چاہئے اس لئے جس حد تک ان لغویات سے بچا جا سکتا ہے بچنا چاہئے اور جو اس ایجاد کا بہتر مقصد ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں یہ نہیں ہے کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کے مستقل باتیں کرتے رہیں۔ آجکل چیٹنگ جسے کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے اس میں بھی پھر لوگوں پہ الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، لوگوں کا مذاق بھی اڑایا جا رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 20/اگست 2004ء۔ مطبوعہ الفضل 3 تا 9/ستمبر 2004ء)

☆☆☆☆☆

اعلان ولادت

مکرم اسفندیار منیب صاحب مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ 3/نومبر 2004ء بعد تین بیٹیوں کے بعد بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت ''اسد احمد نجیب'' نام عطا فرمایا ہے۔

نومولود وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل ہے اور مکرم احمد عبدالمنیب صاحب آف جرمنی کا پوتا اور حضرت مولوی غلام نبی صاحب لائلپوری کی نسل میں سے ہے۔ نیز مکرم ملک قائم دین صاحب مرحوم آف راہوالی ضلع گوجرانوالہ کا نواسہ ہے۔ نومولود کے نیک، خادم دین اور باعمر ہونے کے لئے احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

شہ پارے

ماھنامہ خالد کے بعض قارئین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے اپنے ذوق کے مطابق کچھ نہ کچھ انتخاب وقتاً فوقتاً ارسال کرتے رہتے ہیں۔زیر نظر مضمون میں اس انتخاب سے کچھ حصہ شائع کیا جارہا ہے۔ان اقتباسات کے سیاق و سباق کا مطالعہ کرنے کے لئے اصل کتاب سے رجوع فرمائیں۔ (مدیر)

انبیاء..........راستی اور صداقت کے درخت

"پہلے اس سے نبیوں کے دشمنوں نے اُن روشن چراغوں کے بجھانے کے لئے کیا کیا نہ کیا۔ اور کونسی تدبیر ہے جو عمل میں نہ لائے لیکن چونکہ وہ راستی اور صداقت کے درخت تھے۔ اس لئے وہ غیبی مدد سے دم بدم نشوونما پکڑتے گئے اور معاندین کی مخالفانہ تدبیروں سے کچھ بھی ان کا نقصان نہ ہوا۔ بلکہ وہ ان لطیف اور خوشنما پودوں کی طرح جو مالک کے جی کو بھاتے ہیں اور بھی بڑھتے پھولتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ بڑے بڑے سایہ دار اور پھلدار درختوں کے مانند ہو گئے۔ اور دُور دُور کے روحانی اور حقانی آرام کے ڈھونڈنے والے پرندوں نے آ کر ان میں بسیرا لیا اور مخالفوں کی کچھ بھی پیش نہ گئی۔ اور گو ان بد اندیشوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ ایڑیاں رگڑیں۔ مکاریاں اور عیاریاں دکھلائیں۔ پر آخر مرغِ گرفتار کی طرح پھڑ پھڑا کے رہ گئے۔ پس جبکہ ہاتھوں سے ان مقدس لوگوں کا نقصان نہ ہو سکا تو صرف زبان کے ہتک آمیز الفاظ سے کب ہو سکتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جن کے اقبال کی انہیں کے زمانہ میں آزمائش ہو چکی ہے۔ وہ اقبال نہ بت پرستوں کے روکنے سے رکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا۔ نہ تلواروں کی دھار اُس شان و شوکت کو کاٹ سکی۔ نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اس کا حسد کتنوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا برسا جو اس کا چھوٹنا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا۔ اسے پیس ڈالتا رہا۔ اور جو شخص اس پر پڑا۔ وہ آپ ہی پسا گیا"۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴۔ ایڈیشن اول)

الہام اور عقل کا جوڑ

"خداوند کریم نے جیسا ہر یک چیز کا باہم جوڑ باندھ دیا ہے۔ ایسا ہی الہام اور عقل کا باہم جوڑ مقرر کیا ہے۔ اس حکیمِ مطلق کا عام طور پر یہی قانونِ قدرت پایا جاتا ہے۔ کہ جب تک ایک چیز اپنے جوڑ سے الگ ہے۔ تب تک اس کے جوہر چھپے رہتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات نفع کی جگہ ضرر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عقل کا حال ہے کہ علمِ دین میں اس کے نیک آثار تب مترتب ہوتے ہیں جب وہ جوڑ یعنی الہام اس کے ساتھ شامل ہو جائے ورنہ اپنے جوڑ کے بغیر ڈائین

ہو کر ملتی ہے۔ سارا گھر نگلنے کو طیار ہو جاتی ہے سارا شہر سنسان ویران کرنا چاہتی ہے پر جب جوڑ میسر آ گیا تب تو چشمِ بدؔ دور کیا ہی پاک صورت اور پاک سیرت ہے جس گھر میں رہے مالا مال کر دے جس کے پاس جائے اس کی سب نحوستیں اُتار دے۔ تم آپ ہی سوچو کہ جوڑ کے بغیر کوئی چیز اکیلی کس کام کی؟ پھر تم کیوں یہ ادھوری عقل اس قدر ناز سے لیے پھرتے ہو۔ کیا یہ وہی نہیں جو کئی بار دروغگوئی میں رسوائیاں اٹھا چکی؟ کیا یہ وہی نہیں جس کے سر پر بار بار گرنے سے بڑے بڑے داغ موجود ہیں؟ مجھے بتایئے تو سہی کہ آپ کا جی کس پر بھر ما گیا۔ یہ کہاں کی پری آ گئی جس کو دل دے بیٹھے؟ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اس نے تم سے پہلے کتنوں کا لہو پیا کتنوں کو گمراہی کے کنوئیں میں دھکیل کر مارا تم جیسے کئی یاروں کو کھا چکی صد ہا لاشیں ٹھکانے لگا چکی بھلا تم نے اس اکیلی عقل کے ذریعے سے کونسی ایسی دینی صداقتیں پیدا کی ہیں جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہیں زیادہ نہیں دو چار ہی۔ کہو اگر تم مجرد عقل سے ایسے حقائقِ عالیہ نکالتے جن کا قرآن شریف میں کچھ ذکر نہ ہوتا تب بھی ایک بات تھی اور اس صورت میں تم بڑے ناز سے اپنی سماج میں بیٹھ کر کہہ سکتے تھے کہ۔ ہاں ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے وہ صداقتیں نکالیں جو الہامی کتابوں میں موجود نہیں لیکن افسوس کہ تمہارے رسائل میں بجز ان چند امور کے جو بطور سرقہ قرآن شریف سے لئے گئے ہیں اور جو کچھ نظر آتا ہے سراسر متاع ردّی ہے جس سے برخلاف عقلمندی کے آپ لوگوں کی بے علمی اور بے سمجھی اور غلطی ثابت ہوتی ہے جس کی حقیقت انشاء اللہ اسی کتاب میں بخوبی کھول کر لکھی جاوے گی۔ پھر اس منہ اور اس لیاقت کے ساتھ ربانی الہام سے انکار کرنا اور آپ ہی خدا کا قائم مقام بن بیٹھنا اور حضرات مقدسین انبیاء کو اہل غرض سمجھنا یہ آپ لوگوں کی نیک طینتی ہے اور اس سے دھوکا مت کھانا کہ عقل ایک عمدہ چیز ہے ہم ہر یک تحقیق عقل ہی کے ذریعے سے کرتے ہیں بلاشبہ عمدہ چیز ہے لیکن اس کا جوہر تب ہی ظاہر ہوتا ہے جب وہ اپنے جوڑ کے ساتھ شامل ہو ورنہ وہ دھوکا دینے میں دشمنوں سے بدتر ہے دورنگی دکھلانے میں منافقوں سے بڑھ کر ہے سو تمہاری بدنصیبی تم اس کے جوڑ کے نام سے بھی چڑتے ہو دوستو! خوب سوچو بن جوڑ کسی بات کی ثبات نہیں خدا نے جوڑ بھی ایک عجیب چیز بنا دی ہے جہاں دیکھو جوڑ ہی سے کام نکلتا ہے ہم تم سب آنکھوں ہی سے دیکھتے ہیں پر آفتاب کی بھی ضرورت ہے کانوں ہی سے سنتے ہیں پر ہوا کی بھی حاجت ہے آفتاب چھپا تو بس اندھے بیٹھے رہو۔ کانوں کو ہوا سے ڈھانک لو تو بس سننے سے چھٹی ہوئی جس عورت کے خاوند سے کوئی بات ہونے نہ پائے بھلا اس کا کس بدھ حمل ٹھہرے جس زراعت کو پانی چھو بھی نہیں گیا اس کو کیونکر پھل لگے یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ تمہاری سمجھ سے دور ہوں یہ وہی قانون قدرت ہے جس پر عمل کرنے کا تم کو دعویٰ ہے سو اب اس دعوے پر عمل بھی کرو۔ تا نرے دکھانے کے ہی دانت نہ رہیں“۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳۔ ایڈیشن اول)

درس حدیث

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ

(مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب)

معاشرے کا حقیقی حسن تو اس کی ذہنی اور اخلاقی ترقیات میں ہے اور سب سے بڑھ کر اس کی روحانی ترقیات میں ہے جیسا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں نظر آتا ہے۔ لیکن آج کے معاشرے میں یہ چیزیں نظر نہیں آتیں یا کم نظر آتی ہیں۔

لیکن ظاہری حسن اور ظاہری زیب و زینت انسان زیادہ دیکھتا ہے۔ قرآن سے قبل مذاہب میں جب بگاڑ پیدا ہوا تو اس بگاڑ نے بھی جنم لیا کہ مذہب اور صفائی دو متضاد چیزیں ہیں۔ اب جن مذاہب نے مذہب اور صفائی میں تضاد کا اعلان کر دیا انہوں نے زیب و زینت کی کب اجازت دینی تھی؟ اس لئے قرآن شریف کو ایک مجاہدہ کرنا پڑا۔ یہ کہہ کر کہ:۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط (الاعراف ۳۲)

ہوتا کون ہے جو اس زینت کو حرام قرار دے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے اتاری ہے۔

فرمایا کہ یہ پاکیزہ زینت جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے اتاری ہے۔ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ... یہ جو پاکیزہ رزق کی چیزیں ہیں، یہ مومنوں کے لئے ہیں، اس دنیا میں اور آخرت میں صرف مومنوں کے لئے ہیں۔

معاشرہ میں زیب و زینت کا ہونا اور نظر آنا اسلام نے اس پر زور دیا ہے۔ صفائی کو فرض قرار دیا ہے۔ اور زیب و زینت کی بہت تاکید کی ہے۔ صرف دو موقعے ہیں جہاں اسلام نے زیب و زینت کی اجازت نہیں دی۔ ان میں سے ایک مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے۔ مردوں کے لئے احرام کی حالت میں صفائی کا حکم ہے۔ زیب و زینت کا حکم نہیں ہے۔ کیونکہ وہ چند دن عاشقانہ انداز میں مومن اللہ کے حضور نظر آتا ہے۔ اور عورتوں کے لئے جب ان میں سے کسی کا خدانخواستہ خاوند مر جائے تو اس کے وقار اور بعض مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چار مہینے دس دن زیب و زینت نہ کرے۔

اس کے علاوہ نہ صرف زیب و زینت جائز ہے بلکہ ضروری ہے اور اس پر بڑا زور دیا گیا ہے، حضور ﷺ کے ارشادات میں بھی اور آپ کی سیرت میں بھی، سیرت کا پہلو یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:۔

عَنْ أنس رضي الله عَنْه قَال ما مَسِسْتُ حريرا ولا ديباجًا ألْيَن من كف النَبيِّ صلى الله عليه وسلم ولا شممْتُ ريحا قطُ أوْ عرفًا قطُ أطيب من ريح أوْ عرف النبيِّ صلى الله عليه وسلم

(بخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ)

میں نے کبھی کوئی ریشم یا ریشم کا ملا جلا کپڑا رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں چھوا۔ اب اس میں مجاہدانہ زندگی اور اس جفاکشی کی زندگی جو حضور ﷺ گزار رہے تھے یہ کیفیت ہونا ایک بہت غیر معمولی بات ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی خوشبو اور کوئی لپٹ آنحضور کی خوشبو یا لپٹ یا بعض روایات میں آتا ہے آنحضور ﷺ کے پسینہ سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔

حضور ﷺ کی زیب و زینت کا یہ عالم تھا۔ یہ طبعی زیب و زینت تھی اس میں تصنع کا دخل نہیں تھا۔ کہ حضرت براء بن عازب کہتے

ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضور ﷺ کو سفر میں دیکھا کہ سرخ رنگ کا جوڑا حضور ﷺ نے پہنا ہوا تھا اور پٹکا حضور ﷺ نے باندھا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا حضور ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف لائے۔ چاندنی پھیلی ہوئی تھی پورا چاند تھا۔ کہتے ہیں کہ میں کبھی حضور ﷺ کی طرف دیکھوں اور کبھی چاند کی طرف دیکھوں۔ پھر حضور ﷺ کو دیکھوں اور پھر چاند کی طرف دیکھوں۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اس روایت میں جو میں نے لکھی ہے اس میں زیادہ واضح ذکر نہیں۔ میں نے ایک اور روایت میں دیکھا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو مجلس سے اٹھا دیا تھا۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ مسجد میں تھے۔ ایک آدمی آیا۔ اس کے بال بھی پراگندہ تھے اور داڑھی بھی پراگندہ تھی۔ حضور ﷺ نے اسے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ جاؤ اور جا کر اپنے بال ٹھیک کر کے آؤ اور اپنی داڑھی ٹھیک کر کے آؤ۔ اس نے سنا اور چلا گیا۔ بیچارہ پھر دوبارہ آیا اب حضور ﷺ کا تبصرہ سنیں۔ فرمایا۔ کیا یہ اب اچھا نہیں لگ رہا ہے؟ کتنا عمدہ لگ رہا ہے؟ بال بھی ٹھیک ہیں داڑھی بھی ٹھیک ہے۔ کیا یہ بات اچھی ہے یا یہ بات اچھی ہے کہ تم میں سے کوئی آئے اس کے بال پراگندہ ہوں جس طرح کوئی شیطان ہوتا ہے۔

اب دیکھیں کہ زیب وزینت اور خوبصورتی کو سابقہ مذاہب نے جہاں جرم قرار دے دیا تھا اور مذہب کے خلاف قرار دیا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کو جرم قرار دیا ہے کہ بال پراگندہ ہوں۔ زیب وزینت نہ کی ہوئی ہو۔ کنگھی نہ کی ہوئی ہو۔ گویا کہ وہ شیطان ہو۔ پھر حضور ﷺ نے ایک بڑی ہی لطیف بات بیان فرمائی ہے۔ مردوں کے لئے وہ خوشبو اچھی ہے جس کی مہک زیادہ ہو اور رنگ کم ہو۔ اور عورتوں کے لئے وہ خوشبو زیادہ اچھی ہے جس کی خوشبو کی مہک کم ہو اور اس کا رنگ زیادہ ہو۔

اب ظاہر ہے زیب وزینت جس کے خلاف بعض دفعہ بعض لوگ نصائح کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اُسے پسند فرمایا ہے کہ عورتوں کے لئے ایسی زینت ہو جس میں رنگ پایا جائے ہاں مردوں کے لئے یہ رنگ بہتر نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس زمانہ میں جو تجدیدات کی ہیں، مولویوں نے جو مذہب کو بگاڑ دیا تھا، اس میں یہ بھی شامل ہے۔ حضور علیہ السلام نے رزق کا، طیبات کا، نہ صرف خود استعمال کرتے تھے بلکہ اس کے حق میں فتویٰ دیتے تھے۔

مشہور واقعہ ہے کہ قادیان میں ایک ہندو کا مکان ہوا کرتا تھا اور وہ مخالفت بھی کیا کرتا تھا۔ (بیت) اقصیٰ کو جو راستہ جاتا تھا اس میں وہ آتا تھا اب تو وہاں اللہ کے فضل سے جماعت کے دفاتر ہیں۔ اب وہ امیر کبیر ہندو پوچھا کرتا تھا کہ اچھا آپ کے مذہب میں جو فقیر لوگ ہوتے ہیں وہ ان طیبات کو ان زینتوں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کو یہی جواب دیا جاتا تھا کہ ہمارے ہاں یہ چیزیں منع نہیں ہے مگر ان کے ہاں یہ تصور تھا اور عیسائیوں میں بھی یہی تصور تھا کہ یہ زینت کی چیزیں، وہ چیزیں جو طیبات رزق سے تعلق رکھتی ہیں وہ مذہب سے متعلقہ لوگوں کے لئے پسندیدہ نہیں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تصور کی اپنی عملی نمونہ سے اصلاح کی ہے اور طیبات اور زینتوں کو اسراف کے بغیر اور سادگی کے ساتھ استعمال فرمایا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ یکم اکتوبر ۲۰۰۴ء کو بیت 'دارالبرکات' کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:-

''الحمدللہ کہ آج جماعت احمدیہ برطانیہ کی یہ (بیت) جسے برمنگھم کی جماعت نے بہت بڑا حصہ قربانی کا دے کر تعمیر کیا ہے، اس کی تکمیل ہونے پر افتتاح ہو رہا ہے۔ اس (بیت) کی اور برمنگھم جماعت کی بیک گراؤنڈ (Back Ground) کے بارے میں مختصر تاریخ، چند ایک پوائنٹ بتا دیتا ہوں۔

یہاں ۱۹۶۰ء میں جماعت قائم ہوئی تھی جو صرف پانچ افراد پر مشتمل تھی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے وقت میں ۱۹۸۰ء میں یہاں پہلا مشن ہاؤس خریدا گیا اور اس کا نام حضور رحمہ اللہ نے بیت البرکات تجویز فرمایا اور پھر اس کے بعد اللہ کے فضل سے جماعت بڑھنی شروع ہوئی تو ۱۹۹۳ء میں (بیت) کے لئے نئی جگہ کی تلاش بھی شروع ہوئی اور ۱۹۹۴ء میں برمنگھم کونسل نے یہ جگہ مارکیٹ میں فروخت کے لئے رکھی تو جماعت نے رابطہ کیا اور اکتوبر میں بڑی برائے نام قیمت پر یہ جگہ مل گئی۔ (حضور انور نے مکرم امیر صاحب برطانیہ کو مخاطب کر کے استفسار فرمایا کہ کہ جگہ برائے نام قیمت پر ہی ملی تھی؟) اور یہ ایک خستہ حال سکول کی عمارت تھی۔ گورنمنٹ کے کاغذات میں ویسے لسٹڈ (listed) بلڈنگ تھی، خود چاہے لسٹڈ بلڈنگ کا حال بُرا کر دیں لیکن جب کوئی لے لے تو کہتے ہیں کہ اس کو پوری طرح maintain کیا جائے۔ بہرحال شرط انہوں نے یہی لگائی تھی کہ اس کو خوبصورت بنایا جائے گا۔ یہ جو میں نے برائے نام قیمت بتائی ہے یہ ۲۰۰ پاؤنڈ تھی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۶ء میں یہاں آ کر اس جگہ کا معائنہ کیا، یہ جگہ پسند آئی۔ یہ تقریباً پونے دو ایکڑ یعنی 1.75 ایکڑز (۳۱ ہزار مربع فٹ) اس کا رقبہ ہے۔ بہت سارا خرچ والنٹیئرز نے وقار عمل کر کے بچایا ہے، میرا اندازہ ہے کہ جتنا خرچ ہوا ہے اس سے تقریباً ڈیوڑھا اور ہو گا۔ یہ خرچ تقریباً 1.6 ملین (16 لاکھ) پاؤنڈ خرچ ہوا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ برمنگھم جماعت کو اس (بیت) کے بنانے میں مالی قربانی کا بہت بڑا حصہ ادا کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے اور عمومی طور پر یو۔ کے کی جماعت نے بھی کافی مدد کی ہے اللہ ان سب کو جزا دے۔ اس کی نگرانی کرنے والے ڈاکٹر فاروق صاحب اور ناصر خان صاحب نائب امیر نے بڑی محنت سے کام کیا۔ اسی طرح وہی ٹیم جو بیت الفتوح میں کام کرتی رہی، والینٹیئرز کی اور ورکرز کی بھی انہوں نے بھی یہاں آ کر کام کیا۔ اللہ سب کو جزا دے۔ یہ سب لوگ جنہوں نے مالی قربانیاں بھی کیں، وقت بھی دیا، انہوں نے جماعتی روایات کو قائم رکھا، زندہ رکھا، خدا کرے کہ یہ آئندہ بھی ان روایات کو زندہ رکھنے والے رہیں''۔ (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۱۵ تا ۲۱ ر اکتوبر ۲۰۰۴ء)

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

طربِ آشنائے خروش ہو، تُو نوا ہے محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں

دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کُہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زُلفِ ایاز میں

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

(اقبال۔ بانگِ درا)

رگِ جاں سے ہوں میں قریب تر....

ڈاکٹر علامہ اقبال کی نظم کا جواب حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ان اشعار میں دیا

مجھے دیکھ طالب منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
جو خلوصِ دل کی رمق بھی ہے ترے ادعائے نیاز میں

ترے دِل میں میرا ظہور ہے ترا سر ہی خود سرِ طور ہے
تری آنکھ میں مرا نور ہے مجھے کون کہتا ہے دُور ہے
مجھے دیکھتا جو نہیں ہے تُو، یہ تری نظر کا قصور ہے

مجھے دیکھ طالب منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مجھے دیکھ رفعتِ کوہ میں مجھے دیکھ پستیٔ کاہ میں
مجھے دیکھ عجزِ فقیر میں مجھے دیکھ شوکتِ شاہ میں
نہ دکھائی دوں تو یہ فکر کر کہیں فرق ہو نہ نگاہ میں

مجھے دیکھ طالب منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مجھے ڈھونڈ دِل کی تڑپ میں تُو مجھے دیکھ روئے نگار میں
کبھی بلبلوں کی صدا میں سن کبھی دیکھ گل کے نکھار میں
میری ایک شان خزاں میں ہے میری ایک شان بہار میں

مجھے دیکھ طالب منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مرا نور شکلِ ہلال میں مرا حسن بدرِ کمال میں
کبھی دیکھ طرزِ جمال میں کبھی دیکھ شانِ جلال میں
رگِ جاں سے ہوں میں قریب تر ترا دِل ہے کس کے خیال میں

مجھے دیکھ طالب منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

(درعدن صفحہ ٦٠ تا ٦٢)

جھنگ کے ایک دیہاتی کی کہانی جو دنیا میں ایک عظیم سائنسدان کے طور پر ابھرا

ڈاکٹر عبدالسلام کو سلام

(ترجمہ: حافظ سمیع اللہ)

''زینب محمود صاحبہ'' نے 'The Mystic Scientist' کے عنوان سے ہفت روزہ The Friday Times میں ڈاکٹر عبدالسلام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک مضمون رقم کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ قارئین خالد کی خدمت میں پیش ہے۔

۱۹۲۵ء میں ضلع جھنگ کے ایک گاؤں کے ایک فرد کو اُس کی دعاؤں کے نتیجہ میں ایک رؤیا دکھائی گی کہ ایک بچہ اس کی گود میں ڈالا گیا ہے اور اس کا نام پوچھنے پر عبدالسلام بتایا گیا۔

چنانچہ ۲۹/جنوری ۱۹۲۶ء جمعہ کے روز وہ بچہ پیدا ہوا اور جیسا کہ خواب میں بتایا گیا تھا اُس کا نام عبدالسلام رکھا گیا۔ کچھ ہی سالوں بعد اس باپ نے دیکھا سلام ایک اونچے درخت پر چڑھ رہا ہے۔ جب اُس کو تنبیہ کی تو سلام نے یہ جواب دیا کہ ابا جان آپ خوف نہ کریں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں لہذا سلام ویسے ہی درخت پر چڑھتا رہا یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ یہ رؤیا شاید اس بات کی طرف اشارہ تھی کہ سلام ایک پُر مقصد زندگی گزارے گا اور عظیم آدمی بنے گا۔

سلام کی سمجھ، فہم اور ادراک کی قوتوں نے اس کے والدین کو حیران کر دیا زمانہ طفولیت میں جب کبھی انہیں سونے سے پہلے جب ان کی والدہ کوئی کہانی سناتیں تو وہ آپ کے ذہن میں محفوظ ہو جاتی جب کبھی اسے بعد میں دُہراتیں تو سلام کہتے ''اماں جی، یہ مجھے پہلے ہی پتہ ہے''۔

چھ سال کی عمر میں جب آپ نے زمانہ طالب علمی کا آغاز کیا تو چوتھی جماعت سے شروع کیا (پہلی تین کلاسوں کی ضرورت محسوس نہ کی گئی) ۱۲ سال کی عمر میں میٹرک کا امتحان دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اوّل رہے اور گذشتہ تمام تعلیمی ریکارڈ توڑ دیئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بیچلر کی ڈگری حاصل کی اور دوران تعلیم آپ کالج میگزین ''راوی'' کے ایڈیٹر، سٹوڈنٹ یونین اور Debating Society کے صدر رہے۔

سلام نے BA اور MA میں بھی نئے ریکارڈ قائم کئے۔ اُن میں سے بعض اب تک قائم ہیں۔

مزید تعلیم کے لئے سلام نے کیمبرج یونیورسٹی میں داخلے کی درخواست دی۔ مگر ان کے والد محترم کے پاس اتنی رقم نہ تھی کہ سلام کو بیرون ملک بھجوایا جائے اور تعلیم دلوائی جائے۔ خدا کا کرنا یوں ہوا کہ سر چھوٹو رام (اس وقت کے پنجاب کے ریوینیو منسٹر) جو کہ خود بھی ایک غریب دیہاتی کے بیٹے تھے، نے یہ اقدام کیا کہ وہ فنڈ جو جنگ کے لئے اکٹھے کئے گئے تھے ان کو قابل اور ذہین طلبا کے سکالرشپ کے لئے مختص کر دیا تا وہ طلبا جو محض غربت کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے تھے اس سکالرشپ کی مدد سے تعلیم حاصل سکیں۔ سلام نے اپنی قابلیت کی بنا پر اسے

حاصل کیا۔

کیمبرج میں سلام نے اندازہ لگایا کہ ان کا علم دنیا کے متعلق نہایت محدود ہے۔ رومی کی نظم کا حوالہ دیتے ہوئے خود کو ''کنویں کا مینڈک'' کہا۔ یہاں آپ نے اسلامی تصوف اور اسلامک فلاسفی، سیاسی اور مذہبی تاریخ، معاشرتی علوم اور مسلمان صوفیوں، سائنسدانوں اور سکالروں کے کارہائے نمایاں کا عرق ریز مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ نے سلام کو نہ صرف اپنے منتخب مضمون میں کامیابی دی بلکہ ان کو ایسی ہمہ گیر شخصیت بنایا جو کہ روحانی اور تاریخی ماحول کا ادراک رکھتی تھی۔

سلام نے یہاں Mathematics tripos ڈگری حاصل کی اور "Wrangler" کا ٹائٹل حاصل کیا اور بعد ازاں تین سال کی فزکس کی ڈگری ایک سال میں ہی مکمل کر لی۔ ان کے تھیوریٹیکل پیپرز کا معیار اتنا اعلیٰ تھا کہ ممتحن نے ضرورت ہی محسوس نہ کی کہ سلام سے اس کے پریکٹیکل رزلٹس کے بارے میں دریافت کیا جائے فوراً انہیں فرسٹ کلاس ڈگری مل گئی۔

آپ کے ایک پروفیسر Sir Fred Hail آپ کی قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اپنے دوسرے شاگردوں کو کوئی چیز سمجھانی ہوتی تو گویا دو بھاری پتھروں کو ایک اونچی جگہ تک دھکیلنے والا کام تھا۔ ایک بھاری پتھر ''مسئلہ بیان کرنا'' دوسرا پتھر'' اس مسئلے کی تفہیم کروانا'' تھا لیکن سلام اتنا قابل تھا کہ اُس سے بحث کرتے وقت صرف ایک پتھر دھکیلنا ہوتا تھا وہ بھی زیادہ تر سلام خود ہی دھکیلتا تھا۔ (یعنی مجھے ضرورت نہ پڑتی تھی کہ ہر چیز میں ہی انہیں سمجھاؤں)۔

۱۹۵۲ء میں سلام نے Phd کی ڈگری تھیوریٹیکل فزکس میں کیمبرج سے حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ آپ کو Fellowship آفر کی گئی مگر آپ وطن واپس چلے آئے اور یہاں گورنمنٹ کالج میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔

۱۹۵۷ء میں سلام امپیریل کالج لندن کے کم عمر ترین پروفیسر شمار ہوئے۔ وہ دیہاتی لڑکا جس نے سولہ سال کی عمر تک بجلی کا بلب تک نہ دیکھا تھا اب یہ حال تھا......

ان کے Research Supervisor پروفیسر Kemmer نے ان کو بالآخر آمادہ کیا کہ کیمبرج یونیورسٹی چلیں اور وہاں لیکچرار کے فرائض انجام دیں۔ انہیں پروفیسر صاحب کا کہنا تھا کہ ''میں خوب جانتا ہوں کہ ملک کی خدمت کے جذبہ سے سرشار سلام کے لئے یہ بات بہت گراں گذری ہے کہ وہ ملک چھوڑ کر باہر جائیں اور کیمبرج میں اپنی پوسٹ سنبھالیں اگر وہ جاتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ چند ہی سالوں میں سلام اُن لوگوں میں شمار ہوں گے جن سے علم حاصل کرنے کے لئے دنیا کے ہر کونے سے طالب علم آئیں گے اور سلام اس قابل ہو جائیں گے کہ تھیوریٹیکل فزکس کا اپنا ذاتی ادارہ قائم کریں گے۔ اور یہ بات سچ ثابت ہوئی۔

۱۹۵۷ء میں سلام امپیریل کالج لندن کے کم عمر ترین

پروفیسر شمار ہوئے۔ وہ دیہاتی لڑکا جس نے سولہ سال کی عمر تک بجلی کا بلب تک نہ دیکھا تھا اب یہ حال تھا کہ اس کی ملاقات دنیائے سائنس کے عظیم سائنسدانوں Wolfgang Pauli, Openheimer, Einstein, Bertand Russel سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

ایک بحث کے دوران Russel نے کہا وہ خدا کی ہستی کو بالکل نہیں مانتا۔ سلام نے جواب دیا کہ "خدا پر ایمان کی عدم موجودگی کی وجہ سے بہت سے نقصان اٹھائے جا چکے ہیں جب کہ وہ لوگ جو خدا پر ایمان لائے ہیں وہ انسانیت کے لئے زیادہ قربانیاں دیتے ہیں۔ بہ نسبت ان کے جو خدا کی ہستی کے منکر ہیں"۔

Einstein سے جو پہلی ملاقات ہوئی اس میں دونوں نے مذہبی گفتگو ہی کی۔ سلام نے اُس کے سامنے توحید کا نظریہ پیش کیا۔ جس کے بعد وہ دونوں قریبی دوست بن گئے۔

ڈاکٹر سلام اپنی روحانیت اور تصوف میں دلچسپی کی وجہ سے دوسرے تمام سائنسدانوں سے منفرد تھے۔ آپ نے امپریل کالج میں اپنا پہلا لیکچر قرآن مجید کی تلاوت سے شروع کیا۔

ڈاکٹر سلام صاحب کے ایک شاگرد Duff بیان کرتے ہیں کہ سلام کے لیکچرز سحر انگیز ہوا کرتے تھے ان کی تقریروں میں ہمیشہ مشرقی تصوف کا رنگ غالب ہوتا سننے والا اس سوچ میں گم ہو جاتا کہ یہ بندہ اتنا Genius کیونکر ہے۔

ڈاکٹر سلام صاحب کے ایک شاگرد Duff بیان کرتے ہیں کہ سلام کے لیکچرز سحر انگیز ہوا کرتے تھے ان کی تقریروں میں ہمیشہ مشرقی تصوف کا رنگ غالب ہوتا سننے والا اس سوچ میں گم ہو جاتا کہ یہ بندہ اتنا Genius کیونکر ہے۔

سلام کہا کرتے تھے کہ ایک سائنسدان کے کئی رخ ہوتے ہیں وہ صوفی بھی ہوتا ہے، explorer بھی ہوتا ہے، آرٹسٹ بھی ہوتا ہے اور ان سب باتوں کی بنیاد پر اپنے علم سائنس کو مزید آگے بڑھاتا رہتا ہے۔

جب سلام صدر ایوب خان کے مشیر تھے تب سلام نے پاکستان میں اٹامک انرجی کمیشن کی بنیاد رکھی (PAEC)۔

ڈاکٹر اشفاق (صدر PAEC, 1998) بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر سلام نے ۵۰۰ فزکس دانوں، ریاضی دانوں اور سائنسدانوں کو PhDs کے لئے UK اور USA کے بہترین اداروں میں بھجوایا۔

سلام نے پاکستان میں ایک سائنسی پلیٹ فارم قائم کرنے کیلئے انتھک محنت کی۔

۱۹۶۱ء میں ڈھاکہ میں آل پاکستان سائنس کانفرنس کے موقع پر اپنی تقریر کے دوران پاکستان کو درپیش مشکلات اور تیسری دنیا کے ممالک سے غربت اور جہالت کے خاتمے کے لئے راہنما تجاویز بیان فرمائیں۔ عوام اور حکومت کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ سائنس کے شعبے پر خاص توجہ کی جائے۔ سلام نے فرمایا کہ اگر پوری پاکستانی

قوم اس بات کا پختہ عزم کرلے کہ ملک سے غربت مٹانی ہے تو زیادہ وقت نہ لگے گا، بلکہ ایک ہی نسل اپنے وقت میں یہ کام کر سکتی ہے۔ اسکے لئے قرآنی آیت ''خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جس کو آپ اپنے حالت بدلنے کا خیال نہ ہو'' پیش کی۔

یہ سلام ہی تھے۔ جنہوں نے نیوکلیئر ریسرچ سنٹر PINSTECH کے قیام کے لئے غالب کردار ادا کیا اور SUPARCO کے قیام کے بھی آپ ہی مرہون منت ہیں۔

پاکستان میں سیم وتھور کا مسئلہ زراعت کے لئے بڑی مصیبت تھی جس کا حل ڈاکٹر سلام نے نکالا۔ اس سلسلے میں سلام نے کافی ریسرچ کی جو سب کی سب امریکہ کے ایوان نمائندگان میں پیش کی گئی۔ پھر سلام کی درخواست پر امریکی صدر John F. Kenedy نے ماہرین کی ایک ٹیم پاکستان بھیجی جنہوں نے آکر کئی لاکھ ایکڑ زمین کو زراعت کے قابل بنایا۔

سلام نے فزکس کا ادارہ قائم کرنے کے لئے دن رات ان تھک جدوجہد کی۔ مگر حکومت پاکستان نے اس میں دلچسپی نہ لی۔ اس وقت کے وزیر خزانہ محمد شعیب نے ایوب خان کو بتایا کہ ''سلام سائنسدانوں کے لئے ایک Five Star Hotel بنانا چاہتا ہے''۔

سلام جب حکومت پاکستان سے مایوس ہو گئے تو اس ادارے کو کسی بیرون ملک میں قائم کرنے کا سوچا۔ لہٰذا انٹرنیشنل سنٹر برائے تھیوریٹیکل فزکس (ICPT) کا قیام اٹلی میں ۱۹۶۴ء میں عمل میں آیا۔ آپ نے ۳۰ سال وہاں بطور Director کام کیا اور اس کو تیسری دنیا کے سائنسدانوں اور ترقی یافتہ ممالک کے سائنسدانوں کے درمیان ایک رابطے کا ذریعہ بنا دیا۔

۱۹۷۹ء میں سلام نے فزکس کی Grand Unification تھیوری پر ریسرچ کی اور نوبل انعام کے حقدار قرار پائے۔ اس مؤحد سائنسدان کا خیال تھا کہ کائنات کی تمام Forces کا منبع ایک ہے۔

سلام گھنٹوں سائنسی ریسرچ میں مستغرق رہتے تھے مگر اس کے باوجود نوافل اور تلاوت قرآن کے لئے بھی آپ وقت نکال لیتے تھے۔

انعامی تقریب میں آپ اپنا روایتی قومی لباس (شیروانی کھسہ، پگڑی) پہنے ہوئے تشریف لائے۔

نوبل انعام لینے کے بعد جو تقریر کی اس کا آغاز قرآن کریم کی اس آیت سے کیا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ (الملک ۴۔۵)

نوبل انعام حاصل کرنے کے بعد سلام اپنے وطن واپس آئے ایک دن ڈاکٹر عثمانی کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ڈاکٹر عثمانی سے سلام نے کہا کہ گورنمنٹ کالج چلئے۔ ڈاکٹر عثمانی نے کہا کہ آجکل تو وہاں کوئی بھی نہیں ہوگا کیونکہ چھٹیاں ہیں۔ سلام نے جواب دیا کہ جس شخص سے میں ملنا چاہتا ہوں وہ یقیناً وہاں ہوگا۔ وہاں پہنچے تو وہاں کچھ ملازم کھڑے تھے۔ سلام نے ان میں سے ایک سے معانقہ کیا۔ ڈاکٹر عثمانی نے حیرانی سے پوچھا

کہ یہ بندہ کون ہے؟ سلام نے جواب دیا کہ اس بھلا مانس کا سیدہ ہے۔ جو کہ New Hostel کا میس ملازم تھا۔ اس کو میں نے حکم دے رکھا تھا کہ یہ میرے کمرے کو باہر سے لاک کر دے اور کھانے پینے کی اور دوسری ضروری اشیاء ایک کھڑکی سے تھما دیا کرے۔

ڈاکٹر سلام کبھی بھی ان لوگوں کو بھولتے نہیں تھے جنہوں نے آپ کی کسی بھی رنگ میں مدد کی ہو۔ جب سلام Cambridge میں لیکچرار تھے تب بھی آپ کے جھنگ والے اساتذہ جو ریٹائرڈ ہو چکے تھے اور غریب تھے ان کی باقاعدگی سے مالی امداد کرتے تھے۔

آپ اپنے تمام اساتذہ کی نہایت عزت کرتے تھے اور جب آپ نے انڈیا کا سرکاری دورہ کیا تو اسی بات پر اصرار کیا کہ جو بھی تقریب آپ کے لئے منعقد کی جائے اس میں آپ کے تمام ہندو اور سکھ اُساتذہ کو (جو ہجرت کر کے ہندوستان آ گئے تھے) بھی بلایا جائے۔

ڈاکٹر سلام نے ۲۷۴ ایوارڈز ڈگریاں اور انعامات حاصل کئے جن میں سے اکثر بیش بہا کیش تھے آپ نے اس تمام رقم کو سکالر شپ فنڈ کی شکل دی۔ نہ صرف لائق طلباء کے لئے بلکہ نادار لوگوں کے لئے بھی اس میں حصہ تھا۔

جب انڈیا کا دورہ کیا تو آپ کی انتہائی عزت و تکریم کی گئی۔ اندرا گاندھی صاحبہ جو سلام سے اتنی مرعوب تھیں کہ یہ مناسب خیال نہ کیا کہ سلام کی کرسی کے برابر والی کرسی پر بیٹھا جائے۔ بلکہ اس کے بجائے اس نے پہلو میں زمین پر بیٹھنا پسند کیا۔

جب آپ سے ہندوستانی طلبہ نے یہ پوچھا کہ نوبل پرائز کا ملنا آپ کی زندگی میں کن تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا تو آپ نے فرمایا "سب سے بڑی تبدیلی یہ کہ اب میں ان تمام لوگوں سے مل سکتا ہوں جن سے ملاقات کرنا چاہتا تھا اور ان کی مدد سے اور اللہ کے کرم سے میں تیسری دنیا کے اُبھرتے ہوئے سائنسدانوں کی مدد کر سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ نوبل پرائز کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے"۔

ایک مرتبہ ایک صحافی نے آپ سے آپ کی غیر معمولی کامیابی کے بارے میں سوال کرتے ہوئے کہا کہ آپ جھنگ کے رہنے والے ہیں جو کہ ہیر کی لوک داستان کی وجہ سے معروف ہے اور اب آپ کی وجہ سے یہ گاؤں اس صدی کے عظیم سائنسی دماغ کا گھر بن گیا ہے۔ سلام نے ذہانت کے ساتھ مگر نہایت عاجزی سے جواب دیا کہ:-

'There are over 325 Nobel leaurates in the world, but there is only one Heer'

دنیا میں ۳۲۵ سے زائد نوبل لاریئٹ ہیں لیکن ہیر صرف ایک ہی ہے۔

۱۹۸۸ء میں سلام کو فیض میموریل لیکچر پر مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر آپ کی تقریر آپ کی انتہا درجہ کی عاجزی اور بے نفسی پر دلالت کرتی ہے۔ فرمایا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں فیض احمد فیض سے کم تر انسان ہوں۔ وہ محبت اور حسن کی دنیا کا باسی تھا جبکہ میں ایٹم کی بے رنگ اور خشک دنیا میں رہنے والا ہوں۔ فرمایا" قرآن مجید کا 1/8 حصہ تمام مومنوں کو اس بات کی طرف

دعوت دیتا ہے کہ آؤ اور Forces Of Nautre کے بارے میں سوچو، انکے بارے میں استفسار کرو انہیں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرو"

انہوں نے کہا کہ فیض غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے جنہوں نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ انہوں نے یہ مضمون کھولا کہ کس طرح روحانی شاعری اور سائنس ایک ہی منبع سے نکلے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کے سربستہ رازوں پر سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ڈاکٹر سلام نے نہایت تاسف سے کہا کہ میری اور فیض کی ایک اور مشابہت یہ بھی ہے کہ ہم دونوں اپنے ملک کے ارباب اختیار کی طرف سے ناپسندیدہ شخصیات سمجھے گئے ہیں۔

اپنی زندگی کا آخری حصہ سلام نے England میں گزارا اور جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پاکستان آنے کے بارے میں کیوں متردد ہیں تو جواب دیا کہ میں نہیں بلکہ خود پاکستان مجھے بلانے کے بارے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔

ڈاکٹر سلام کو کئی ممالک نے اپنی شہریت کی دعوت دی۔ Jordan اور Kuwait بھی ان ممالک میں شامل تھے۔ جنہوں نے یہ پیش کش کی کہ اگر آپ ہماری شہریت قبول کریں گے تو ہم آپ کو UNESCO کا ڈائریکٹر جنرل بنانے کیلئے نامزد کریں گے۔

جواہر لعل نہرو نے آپ کو ایک خط لکھا کہ "آپ ہمارے پاس آجائیں آپ کی جو بھی شرائط ہوں ہم مان لیں گے"

حتیٰ کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے آپ کو لکھا گیا کہ ملکہ معظمہ کی خواہش ہے کہ آپ کو Knighthood کا خطاب دیا جائے گا (KBE ایسا شاہی اعزاز ہے جو صرف Queen ہی دے سکتی ہے) سلام نے کسی اور ملک کی شہریت قبول نہ کی اور اپنے پاکستانی کہلوانے پر ہی فخر کیا۔

۱۹۹۱ء میں منیر احمد خان سابق چیئرمین PAEC نے سلام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم پاکستانی بے شک ڈاکٹر عبدالسلام کو نظر انداز کر دیں لیکن باقی کل عالم ان کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔

ہم پاکستانی بے شک ڈاکٹر عبد السلام کو نظر انداز کر دیں لیکن باقی کُل عالم ان کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔

۱۹۷۹ء میں مشہور صحافی جمیل الدین عالی نے لکھا کہ مشرق کے دو ہیرو ایسے ہیں جن کی مشرق نے قدر نہ کی۔ مگر باقی تمام دنیا میں ان کی پذیرائی کی جاتی ہے۔ وہ دونوں مدر ٹریسا اور ڈاکٹر سلام ہیں"۔

گو سلام کو ساری دنیا سلام کرتی ہے مگر اپنے وطن میں سلام کی یادیں تعصب اور بے اعتنائی کے بوجھ تلے گم ہو گئی ہیں۔ سلام کا ذکر Textbooks اور Mainstream Publications سے بھی مٹا دیا گیا ہے اور یہ ہمارا اپنا ہی نقصان ہے۔

(The Friday Times Lahore, 19-24 November 2004)

ضروری اعلان

دفتر شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ کا فون نمبر **04524-215415** ہے۔ شعبہ کے متعلق معاملات کے لئے ڈائریکٹ اس نمبر پر رابطہ کریں۔

مینیجر
ماہنامہ خالد/تشحیذ الاذہان

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دربارہ
جہاد
ایک مستشرقہ کی نظر میں

(ترجمہ:ابوکرشن)

کیرن آرم سٹرانگ (Karen Armstrong) اپنی کتاب Muhammad (PBUH) میں لکھتی ہیں:-

"The *jihad* is not one of the five pillars of Islam. It is not the central prop of the religion, despite the common Western view. But it was and remains a duty for Muslims to commit themselves to a struggle on all fronts -- moral, spiritual and political -- to create a just and decent society, where the poor and vulnerable are not exploited, in the way that God had intended man to live. Fighting and warfare might sometimes be necessary, but it was only a minor part of the whole *jihad* or struggle. A well-known tradition (hadith) has Muhammad say on returning from a battle, 'we return from the little jihad to the greater *jihad*', the difficult and crucial effort to conquer the forces of evil in oneself and in one's own society in all the details of daily life" .(page 168)

جہاد اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے نہیں ہے۔ نہ ہی یہ دین اسلام کا کوئی ایسا مرکزی ستون ہے (جس کے بغیر اس کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی) جیسا کہ مغربی دنیا عام طور پر خیال کرتی ہے۔ تاہم یہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اخلاقی، روحانی اور سیاسی محاذوں پر جدوجہد کرتے رہیں تا کہ ایک ایسا معقول معاشرہ قائم ہو سکے جو انصاف (کے اصولوں) پر مبنی ہو ایک ایسا معاشرہ جہاں غریب محفوظ ہو اور اس کا استحصال نہ ہوتا ہو۔ (بالکل اس طرح جیسا کہ) خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ اس کی مخلوق زندگی گذارے۔ جنگ و جدل بھی بعض اوقات ضروری ہو جاتے ہیں، تاہم یہ جہاد یا جدوجہد (کی اصل روح) کا محض ایک حصہ ہیں۔ (حضرت) محمد (ﷺ) کی مشہور زمانہ حدیث جو ایک جنگ سے واپسی پر آپ سے مروی ہے کہ "ہم ایک جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں، جو کہ ایک مشکل اور فیصلہ کن (قطعی) جدوجہد ہے، ان تمام برائی کی طاقتوں پر غلبہ پانے کی جو فرد اور معاشرے کی روزمرہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں پائی جاتی ہیں۔

وُہ فِراق اَور وُہ وِصال کہاں
وُہ شب و روز و ماہ و سال کہاں

فُرصَت کاروبارِ شَوق کسے
ذَوقِ نظارۂ جمال کہاں

دِل تو دِل وُہ دِماغ بھی نہ رہا
شورِ سَودائے خطّ و خال کہاں

تھی وہ اِک شخص کے تصوّر سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

اَیسا آساں نہیں لہُو رونا
دِل میں طاقت جِگر میں حال کہاں

ہم سے چھوٹا قمار خانۂ عِشق
واں جو جاویں، گِرہ میں مال کہاں

فکرِ دُنیا میں سَر کھپاتا ہُوں
مَیں کہاں اَور یہ وبال کہاں

مُضمَحِل ہو گئے قوٰی غالب
وُہ عناصر میں اِعتِدال کہاں

حضرت منشی گوہر علی صاحب

(مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب۔ نوکوٹ سندھ)

حضرت منشی گوہر علی صاحب ولد محترم جہانگیر خان صاحب قوم افغان جالندھر شہر کے رہنے والے تھے لیکن اپنی ملازمت کے سلسلے میں بطور سب پوسٹ ماسٹر کپورتھلہ میں مقیم تھے جہاں پر آپ کو حضرت چودھری رستم علی خان صاحب (وفات ۱۱/ جنوری ۱۹۰۹ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف ہوا یہ اس دور کی بات ہے جب کہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سلسلہ بیعت شروع نہیں کیا تھا۔ حضور علیہ السلام کے دعویٰ بیعت کے بعد ۱۸/ جنوری ۱۸۹۰ء کو آپ نے بیعت کی۔ رجسٹر بیعت اولیٰ میں ۱۶۱ ویں نمبر پر آپ کی بیعت کا اندراج اس طرح محفوظ ہے:

''۱۸/ جنوری ۱۸۹۰ء میاں علی گوہر ولد جہانگیر خان افغان عرف پشکہ ساکن جالندھر کوٹ پشکیاں۔ سب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ کپورتھلہ۔ کپورتھلہ''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد آپ نے صدق اور اخلاص میں بہت ترقی کی۔ بیعت کے بعد حضور علیہ السلام دوسری مرتبہ کپورتھلہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے حضرت منشی گوہر علی صاحب کے ہاں تین دن قیام فرمایا اس طرح آپ کو مسیح الزمان کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''ازالہ اوہام'' تصنیف فرمائی جس میں آپ علیہ السلام نے اپنے مخلص مبایعین کا بھی تذکرہ فرمایا اور لکھا کہ:۔

''یہ سب صاحب علیٰ حسب مراتب اس عاجز کے مخلص دوست ہیں بعض ان میں سے اعلیٰ درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں اسی اخلاص کے موافق جو اس عاجز کے مخلص دوستوں میں پایا جاتا ہے۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں جداگانہ ان کے مخلصانہ حالات لکھتا......'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۴۵)

حضور علیہ السلام نے ان ذکر کردہ مخلص دوستوں کے اسماء میں آپ کا نام بھی شمار کیا ہے: حبی فی اللہ میاں علی گوہر صاحب

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ذکر

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں آپ کا ذکر محفوظ ہے۔ جماعت احمدیہ کے دوسرے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں آپ کو شمولیت کی توفیق ملی حضور علیہ السلام نے اپنی کتاب آئینہ کمالات (......) (روحانی خزائن جلد نمبر ۵ صفحہ ۶۲۸) میں ۳۲۷ شاملین جلسہ کے اسماء درج فرماتے ہوئے آپ کا نام ۳۱۵ ویں نمبر پر منشی علی گوہر صاحب جالندھر درج فرمایا ہے۔ اسی طرح کتاب ''آریہ دھرم'' اور ''کتاب البریہ'' میں حضور علیہ السلام نے اپنی پُر امن جماعت کے اسماء بطور نمونہ دیتے ہوئے آپ کا نام بھی ہر دو فہرستوں میں شامل فرمایا ہے۔

۳۱۳ رفقاء میں شمولیت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱، انجام آتھم'' صفحہ ۳۲۴ میں اپنے ۳۱۳ کبار رفقاء کے نام درج فرمائے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مندرجہ جواہر الاسرار (۸۴۰ء) از شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی کو پورا کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنے ان رفقاء کے متعلق فرمایا:۔

''یہ تمام (رفقاء) خصلت صدق وصفار کھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے اور وہ یہ ہیں...... '' ۱۵۔حضرت منشی گوہر علی صاحب جالندھر

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۳۲۵)

مالی قربانیوں میں حصہ

مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء کے موقع پر ایک فہرست ان (رفقاء) کے چندہ کی تیار کی گئی جو مطبع کے لیے چندہ بھیجتے رہیں گے آپ نے دو آنے ماہوار اور ایک روپیہ آٹھ آنے سالانہ چندہ دینے کا وعدہ لکھوایا اور سالانہ چندہ موقع پر ہی ادا کر دیا۔ آئینہ کمالات...... روحانی خزائن جلد نمبر ۵ صفحہ ۶۳۴ پر اسماء چندہ دہندہ گان کی فہرست میں ۵۱ ویں نمبر پر آپ کا نام موجود ہے۔ ''سراج منیر'' روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۸۷ پر 'فہرست آمدنی چندہ برائے طیاری مہمان خانہ و چاہ وغیرہ' میں آپ کے ۵ روپے چندہ دینے کا ذکر محفوظ ہے۔ اسی طرح کتاب ''تحفۂ قیصریہ'' کے آخر میں جلسہ ڈائمنڈ جوبلی ۱۸۹۷ء کے شرکاء اور ان احباب کے نام درج ہیں جنہوں نے چندہ دیا۔ آپ اس جلسے میں شامل نہ ہو سکے لیکن ایک روپیہ چندہ بھجوایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقتوں کے مورد

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی (وفات ۲۰ راگست ۱۹۴۱ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) فرماتے ہیں:-

منشی گوہر علی صاحب کپورتھلہ میں ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔ ساڑھے تین روپے ان کی پنشن ہوئی گزارہ ان کا بہت تنگ تھا وہ جالندھر اپنے مسکن پر چلے گئے۔ انھوں نے مجھے خط لکھا کہ جب تم قادیان جاؤ تو مجھے ساتھ لیتے جانا وہ بڑے مخلص آدمی تھے چنانچہ میں جب قادیان جانے لگا تو ان کو ساتھ لینے کے لیے جالندھر چلا گیا وہ بہت متواضع آدمی تھے میرے لیے انہوں نے پُرتکلف کھانا پکوایا اور مجھے یہ پتہ لگا کہ انہوں نے کوئی برتن بیچ کر دعوت کا سامان کیا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم حج کو جاتے ہیں اور جہاز راستے سے اتر گیا۔ اگلے دن گاڑی میں سوار ہو کر جب ہم دونوں چلے ہیں تو مانانوالہ سٹیشن پر گاڑی کا پہیہ پٹڑی سے اتر گیا۔ گاڑی اسی وقت کھڑی ہوگئی دیر تک پہیہ سڑک پر چڑھایا گیا کئی گھنٹے لگے پھر ہم قادیان پہنچ گئے میں نے منشی علی گوہر کا ٹکٹ خود ہی خرید لیا تھا وہ اپنا کرایہ دینے پر اصرار کرنے لگے میں نے کہا یہ آپ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں چنانچہ دو روپے انھوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دیے۔ آٹھ دس دن رہ کر جب ہم واپسی کیلئے اجازت لینے لگے تو حضور علیہ السلام نے اجازت فرمائی اور منشی صاحب کو کہا آپ ذرا ٹھہریئے۔ پھر آپ نے دس یا پندرہ روپے منشی صاحب کو لا کر دیے۔ منشی صاحب رونے لگے اور عرض کی حضور مجھے خدمت کرنی چاہیے یا میں حضور سے لوں حضرت صاحب نے مجھے ارشاد فرمایا: کہ یہ آپ کے دوست ہیں آپ انہیں سمجھائیں، پھر میرے سمجھانے پر کہ ان میں برکت ہے انہوں نے لے لئے اور ہم چلے آئے حالانکہ حضرت صاحب کو منشی صاحب کی حالت کا بالکل علم نہ تھا۔

((رفقاء) احمد جلد چہارم صفحہ ۱۱۵،۱۱۴ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

وفات

حضرت منشی صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی نومبر ۱۹۰۲ء، جالندھر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے اور جالندھر میں ہی دفن ہوئے۔ (البدر ۱۴ رنومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۴ کالم ۱)

****

انسانی پیدائش کا آغاز

(ترجمہ: مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب۔ وکیل وقف نو)

۱۸۵۶ء میں جرمنی سے نکلنے والے Neanderthal انسان کے فاسلز پر غور کرنے سے سائنس میں یہ بحث شروع ہوئی کہ انسان کا آغاز کیسے ہوا؟ چنانچہ اس کے بعد مسلسل تحقیقات کے ذریعہ نئی سے نئی دریافتیں سامنے آرہی ہیں جس سے یہ سوال حل کرنے کی کوشش بڑے زور وشور سے جاری ہے۔

ان نئی تحقیقات میں چین اور انڈونیشیا سے قدیم انسان کے ملنے والے آثار نئی معلومات مہیا کر رہے ہیں اور یہ بات اب کھل کر سامنے آگئی ہے کہ انسان کا آغاز کوئی سیدھا سادہ مسئلہ نہیں ہے بلکہ بہت سے سوالوں نے اسے گھیرا ہوا ہے۔

۱۹۷۴ء میں ایتھوپیا میں ایک کھوپڑی ملی جس کے بارہ میں خیال ہے کہ یہ ۴۰ لاکھ سال پرانی ہے۔ یہ ایک ایسے جاندار کی نشاندہی کرتی ہے جو اپنے دو پاؤں پر سیدھا کھڑا ہو کر چلتا تھا۔ سائنسدانوں نے اس کا نام Australopithecus Afarensis رکھا۔ یہ جاندار چھوٹے قد کے تھے اور ape کی نسبت ذرا زیادہ ذہین تھے۔ سیدھا چلنے کی وجہ سے ان کے ہاتھ فارغ ہوتے تھے جس سے غذا کی تلاش نسبتاً آسان تھی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ انہی جانداروں سے ہمارا گروپ Homo بتدریج ترقی پکڑتا گیا۔ بیس لاکھ سال قبل کے ملنے والے آثار میں Homo Habilis قسم کا انسان ملتا ہے۔ یہ اپنے اجداد سے قد وقامت میں زیادہ مختلف نہیں تھے لیکن ان کا دماغ نسبتاً بڑا تھا۔ اسی زمانہ میں ان کے آثار میں پتھروں کے اوزار بھی دریافت ہوئے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے انسان نے اوزاروں کا استعمال ابتدائی صورت میں شروع کر دیا تھا۔

Homo Habilis کے آثار کے بعد ایک ایسے انسان کے آثار ملے جو جسمانی طور پر زیادہ مضبوط اور ذہنی طور پر زیادہ ذہین تھا۔ ان کے آثار سب سے پہلے ۱۸۹۱ء میں ہالینڈ کے ایک فزیشن Engene Dubois نے دریائے سولو میں جاوا کے علاقے سے دریافت کئے۔ اس نے شروع میں ان کا نام Pithecanthropus Erectus رکھا جو بعد میں تبدیل کر کے Homo Erectus رکھ دیا گیا۔ انڈونیشیا کے بعد ان کے آثار چین اور افریقہ میں بھی ملے۔ سائنسدانوں کے خیال کے مطابق یہ نسل آج سے دس لاکھ سال قبل دنیا میں موجود تھی۔

اب نئی تحقیق کے مطابق ان کے وقت کا جو اندازہ کیا گیا ہے اس سے صورت حال بالکل مختلف ہو گئی ہے۔ موجودہ نئے طریق سے اس نسل کا وقت تقریباً 18 لاکھ سال قبل معلوم کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ نسل اپنے قبل کی نسل یعنی Homo Habilis کے وقت کے بالکل قریب جا پہنچتی ہے۔ یعنی 20 لاکھ سال قبل Homo Habilis موجود تھے اور

18 لاکھ سال قبل Homo Erectus کی نسل دنیا میں آموجود ہوئی۔ جو جانداروں کی تدریجی ترقی کے اصولوں کے مطابق ایک عجیب سی بات نظر آتی ہے۔

بعض سائنسدانوں کا خیال ہے کہ Homo گروپ کی دو اقسام مختلف طور پر آزادانہ ترقی کرتی رہی ہیں۔ لیکن یہ بات بھی ناقابل فہم ہے کہ اگر دو اقسام آزادانہ ترقی کرتی رہی ہیں تو پھر کیوں وہ دونوں آپس میں مل کر آجکل کے انسان کی صورت میں یکجا ہو گئیں۔

یہ سوال بھی سائنسدانوں کے لئے موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ اس نسل کے انسان کو دنیا میں گھومنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ اگر یہ نسل افریقہ میں شروع ہوئی تو کیوں انڈونیشیا اور چین تک پہنچی؟ اس نسل کے زیر استعمال 14 لاکھ سال قبل کے ایسے اوزار مثلاً کلہاڑیاں وغیرہ بھی افریقہ سے ملی ہیں جو بہت اچھی حالت میں ہیں۔ کیا اس قسم کے عمدہ اوزاروں کی وجہ سے انہوں نے اپنے علاقوں سے باہر آنے کی ہمت کی؟ لیکن افریقہ سے باہر کسی اور جگہ پر اس قسم کے اوزار بھی دریافت نہیں ہوئے۔ وہ کہاں گئے؟ بعض کے نزدیک نرم قسم کی اشیاء کے اوزار مثلاً بانس وغیرہ سے بنائے گئے اوزار اتنا لمبا عرصہ محفوظ نہیں رہ سکے ہوں گے۔ بہر حال یہ سوال سائنسدانوں میں خاصی بحث کا باعث بنا ہوا ہے کہ کس وجہ سے اس نسل نے اپنے آغاز کے علاقے سے باہر نکلنے کا بیڑا اٹھایا؟

(ماخوذ: ریڈرز ڈائجسٹ جولائی 1995ء از Michael. D. Lemonick)

٭٭٭

ذرا ہم سے رابطہ رکھنا

(مکرم صابر ظفر صاحب)

تم اپنے گرد حصاروں کا سلسلہ رکھنا
مگر ہمارے لئے کوئی راستہ رکھنا

ہزار سانحے پردیس میں گذرتے ہیں
جو ہو سکے تو ذرا ہم سے رابطہ رکھنا

خزاں رکھے گی درختوں کو بے ثمر کب تک
گذر ہی جائے گی یہ رُت بھی، حوصلہ رکھنا

تمھارے ساتھ سدا رہ سکیں ضروری نہیں
اکیلے پن میں کوئی دوست دوسرا رکھنا

زیادہ دیر ظفرؔ ظلم رہ نہیں سکتا
اگر اب آئیں کڑے دن تو جی کڑا رکھنا

(پل دو پل کی چاہت میں)

ارشادات سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کی روشنی میں

نظام وصیت

(مرسلہ: سید عطاء الواحد رضوی)

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:-

''تیسرا فرض جس کی طرف میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ وہ وصیت کا مسئلہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ وصیت ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ہے۔ اور وہ اس کے ذریعہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون سچا مومن ہے اور کون نہیں۔ ہماری جماعت اس وقت لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ مگر وصیت کرنے والے صرف دو تین ہزار ہیں حالانکہ وصیت ایسی چیز ہے جو یقینی طور پر خدا کا مقرب ہونا ظاہر کرتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مومن ہی وصیت کرتا ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہوں تو جب وہ وصیت کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدے کے مطابق کہ بہشتی مقبرہ میں صرف جنتی ہی مدفون ہوں گے۔ اس کے اعمال کو درست کر دیتا ہے پس وصیت اصلاح نفس کا زبردست ذریعہ ہے کیونکہ جو بھی وصیت کرے گا اگر وہ ایک وقت میں جنتی نہیں تو بھی وہ جنتی بنا دیا جائیگا۔ اور اگر اعمال اس سے زیادہ خراب ہیں تو خدا اس کے نفاق کو ظاہر کر کے اسے وصیت سے الگ کر دے گا۔ غرض وصیت کرنے والے کو یا تو اللہ تعالیٰ اصلاح نفس کی توفیق دے کر جنتی بنا دے گا یا اسے وصیت سے الگ کر کے اس کے نفاق کو ظاہر کر دے گا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی کا درجہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے رکھا ہے یعنی دسواں حصہ۔ جماعت کا معتدبہ حصہ اس میں بھی حصہ نہیں لیتا۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت وصیت کی طرف توجہ کرے۔ تو ایک کثیر حصہ بخوبی وصیت کر سکتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ لوگ توجہ نہیں کرتے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/اگست 1932ء مطبوعہ الفضل یکم ستمبر 1932ء صفحہ 9)

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:-

''تیسرے وصیت کا مسئلہ ہے یہ خدا نے ہمارے لئے ایک نہایت ہی اہم چیز رکھی ہے اور اس ذریعہ سے جنت کو ہمارے قریب کر دیا گیا ہے۔ پس وہ لوگ جن کے دل میں ایمان اور اخلاص تو ہے مگر وہ وصیت کے بارہ میں سستی دکھا رہے ہیں۔ میں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ وصیت کی طرف جلدی بڑھیں۔ انہی سستیوں کی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ بعض بڑے بڑے مخلص فوت ہو جاتے ہیں ان سے آج کل کرتے کرتے موت آجاتی ہے پھر دل کڑھتا ہے اور حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش یہ بھی مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے۔ مگر دفن نہیں کئے جا سکتے۔ سب کے دل ان کی موت پر محسوس کر رہے ہوتے ہیں کہ وہ مخلص تھے اور اس قابل تھے کہ دوسرے مخلصین کے ساتھ دفن کئے جاتے۔ مگر ان کی ذرا سی غفلت اور ذرا سی سستی اس امر میں حائل ہو جاتی ہے کچھ سینیوں ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دسویں حصہ سے زیادہ چندہ دیتے ہیں۔ مگر وہ وصیت نہیں کرتے۔ ایسے دوستوں کو بھی چاہئے کہ

وصیت کر دیں بلکہ ایسے دوستوں کے لئے تو کوئی مشکل ہے ہی نہیں پھر کئی ایسے ہیں جو پانچ پیسے یا چھ پیسے فی روپیہ چندہ دے رہے ہوتے ہیں۔ اور صرف دمڑی یا دھیلا انہیں وصیت سے محروم کر رہا ہوتا ہے۔ غرض تھوڑے تھوڑے پیسوں کے فرق کی وجہ سے ہماری جماعت کے ہزار ہا آدمی وصیت سے محروم ہیں۔ اور جنت کے قریب ہوتے ہوئے اس میں داخل نہیں ہوئے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/اگست 1932ء مطبوعہ الفضل یکم ستمبر 1932ء صفحہ 9)

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:۔

''اور قرآن مجید میں تو یہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی علامت بیان کی گئی ہے کہ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ یعنی اس زمانہ میں جنت قریب کی جائے گی میں سمجھتا ہوں کہ اس کا صحیح ترجمہ وصیت ہی ہے۔ یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں جنت اس طرح قریب کر دی جائے گی کہ لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ فلاں کو جنت مل گئی''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/اگست 1932ء مطبوعہ الفضل یکم ستمبر 1932ء صفحہ 10)

سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:۔

''میری رائے یہ ہے کہ بعض افراد کا زیادہ سے زیادہ قربانی کرنا اتنا خوش کن نہیں ہو سکتا۔ جتنا زیادہ سے زیادہ افراد کا تھوڑی قربانی کرنا گو تجربہ نے بتا دیا ہے کہ جماعت متواتر تحریکات کے نتیجہ میں اپنے اخلاص میں ترقی کرتی ہے اور کرتی چلی جائے گی۔ پہلے اگر روکیں پیدا بھی ہوں۔ تو آہستہ آہستہ وہ روکیں دور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ...... اس کے علاوہ اس وقت میرے نزدیک کم سے کم تحریک یہ ہونی چاہیے کہ جماعت کا ہر فرد وصیت کر دے۔ دنیا میں ہر چیز کے مظاہرے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ ہمارے ہاتھ سے قادیان نکل جانے کی وجہ سے دشمن کی نظریں اس وقت خاص طور پر اس امر کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ بہشتی مقبرہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ جس کے لئے یہ لوگ وصیت کیا کرتے تھے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ یہ لوگ کیسے وصیت کرتے ہیں۔ اس اعتراض کو رد کرنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے۔ کہ ہر احمدی وصیت کر دے اور دنیا کو بتا دے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کے وعدوں پر جو ایمان اور یقین حاصل ہے وہ قادیان کے ہمارے ہاتھ سے نکلنے یا نہ نکلنے سے وابستہ نہیں۔ بلکہ ہم ہر حالت میں اپنے ایمان پر قائم رہنے والے ہیں۔ یہ کم سے کم مظاہرہ ایمان ہے۔ جس کی اس وقت تم سے امید کی جاتی ہے۔ پس جو شخص ساڑھے سولہ فیصدی بھی نہیں دے سکتا۔ میں سمجھتا ہوں اس کے لئے کم از کم اس قدر ایمان کا مظاہرہ کرنا ضروری ہے کہ وہ وصیت کر دے اور کوشش کرے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جس نے وصیت نہ کی ہو۔ اگر اس تحریک کو پورے زور سے جاری رکھا جائے تو دشمن کا منہ خود بخود بند ہو جائے گا اور وہ سمجھے گا کہ ان لوگوں میں ایمان کی سچی حلاوت پائی جاتی ہے۔ پس ہر شخص کو چاہئے کہ وہ وصیت کر دے اور اس طرح دنیا کو بتا دے کہ قادیان کے نکلنے سے ہمارا ایمان کمزور نہیں ہوا۔ بلکہ ہم اپنے ایمان میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ مقبرہ بہشتی کے وعدے دنیا کے ہر گوشہ میں ہم کو ملتے رہیں گے''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28/مئی 1948ء مطبوعہ الفضل 5/جون 1940ء صفحہ 5)

☆☆☆☆☆☆☆

یرقان

(ہومیوڈاکٹر ظہیر احمد۔ڈیریانوالہ ضلع نارووال)

یرقان ہیپاٹائٹس ایسی صورت حال کو کہتے ہیں جس میں جلد، آنکھوں کے سفید حصے اور جسم کی مختلف جھلیوں کا رنگ زرد ہوجاتا ہے۔اس زردی کی بنیادی وجہ ایک خاص قسم کے کیمیائی مادے بلی روبین (Bilirubin) کی خون میں زیادتی ہوتی ہے۔

متعدی یرقان

اگرچہ یہ صورت حال مختلف طرح سے پیدا ہوسکتی ہے۔تاہم سب سے اہم اور عام طور پر ہونے والا یرقان جگر کے خاص قسم کے خلیوں پر مختلف وائرس کے حملہ آور ہونے سے ہوتا ہے۔ وائرس کی مختلف قسموں کو قسم اے، بی، سی، ڈی اور ای کے نام دیئے گئے ہیں۔ان کے علاوہ کچھ اور اقسام کے وائرس بھی کبھی یرقان کا سبب بن سکتے ہیں۔لیکن زیادہ تر ان اقسام میں سے ہی کوئی ایک قسم جگر پر حملہ آور ہوتی ہے اور متعدی یرقان پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے۔

غیر متعدی یرقان

مندرجہ بالا وائرسز کے علاوہ جسم کے دفاعی نظام کی خرابی کچھ مضر جگر ادویات، شراب اور خصوصاً بعض عطائی حضرات کے تیار کردہ کشتے وغیرہ جگر کے خلیوں کو نقصان پہنچا کر یرقان پیدا کردیتے ہیں۔ دیگر اقسام کے نسبتاً کم اہم اور کبھی کبھار ہونے والے غیر متعدی یرقان کی اقسام میں ایک تو خون کے سرخ خلیوں کا بہت زیادہ مقدار میں جسم کے اندر ہی ٹوٹ جانا اور دوسری قسم میں جگر کی رطوبتوں (صفرا) کو انتڑیوں تک پہنچانے والی نالی کے راستے میں رکاوٹ کا پیدا ہونا ہے۔ان دونوں قسموں کے یرقان میں جگر کے خلیے بذات خود ٹھیک ہوجاتے ہیں اور جگر کو براہ راست کوئی نقصان نہیں ہوتا لہذا اس مضمون میں ہم صرف وائرس کے حملہ آور ہونے والے یرقان کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ کریں گے۔

ہیپاٹائٹس قسم ''اے'' وائرس

یہ وائرس صحت کے لئے دنیا بھر میں اہم مسئلہ ہے۔خصوصاً ترقی پذیر ممالک میں اس سے پیدا ہونے والی بیماری بہت عام ہے۔ یہ وائرس عموماً بچپن میں حملہ آور ہوتا ہے اور یرقان کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ وائرس عام طور پر حفظان صحت کے اصولوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے حملہ آور ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ وائرس مریضوں کے فضلہ سے خارج ہوتا ہے۔ اگر فضلہ کو صحیح طریقے سے ٹھکانے نہ لگایا جائے تو یہ پینے کے پانی یا دیگر غذائی اشیاء کے ذریعے دوسرے انسانوں کے پیٹ میں پہنچ جاتا ہے اور یرقان کی بیماری لاحق کردیتا ہے۔اس طرح یہ وائرس عموماً ایسے علاقوں میں باآسانی پھیلتا ہے جہاں پانی کی نکاسی اور پینے کے پانی کا نظام ناقص ہو۔بعض اوقات دودھ، مچھلی اور پانی بھی اس وائرس کے پھیلاؤ کا سبب بن جاتے ہیں۔ یہ وائرس ایک دفعہ جب انسان کے جسم میں پہنچ جائے تو تقریباً ایک سے ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں یرقان پیدا کردیتا ہے۔

ہیپاٹائٹس قسم ''بی'' وائرس

یرقان کے اسباب میں قسم ''بی'' شدید اور خطرناک ترین ہے۔ پاکستان اور جنوب مشرقی ایشیاء کے بہت سے دوسرے

ممالک میں یہ وائرس یرقان اور جگر کی دیگر بیماریوں کا اہم سبب ہے۔ یہ وائرس جب ایک دفعہ جسم میں پہنچ جائے تو پھر یہ خدشہ ہوتا ہے کہ دس فیصد افراد میں سال ہا سال تک موجود رہے اور اگر ایسا ہو تو یہ وائرس اندر ہی اندر جگر کو اس قدر نقصان پہنچا دیتا ہے کہ جگر سکڑنا شروع کر دیتا ہے جسے (Cirrhosis) کہتے ہیں۔ یہ خرابی بعض اوقات جگر کے سرطان میں تبدیل ہو سکتی ہے جو بالآخر موت کا سبب بن جاتی ہے۔

وائرس ''بی'' کے پھیلاؤ کے اسباب

یہ وائرس ایک انسان سے دوسرے انسانوں تک پھیلتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں تقریباً ۳۰ کروڑ سے زیادہ لوگوں کے جسم میں یہ وائرس موجود ہے اور یہ تمام لوگ اس کے مزید پھیلاؤ کا سبب بن سکتے ہیں۔ دنیا بھر میں سالانہ ۱۰ سے ۲۰ لاکھ افراد اس وائرس کی بدولت موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ لہذا اس کے مزید پھیلاؤ کو روکنے کے لئے اس کے پھیلنے کے طریقوں کو سمجھنا از حد ضروری ہے۔ یرقان قسم بی کے پھیلنے کے اسباب درج ذیل ہیں۔

انتقال خون: اس وائرس کے پھیلنے کا اہم ترین ذریعہ انتقال خون ہے۔ لہذا انتقال خون سے پہلے اس وائرس کا ٹیسٹ کرنا بہت ضروری ہے (بدقسمتی سے فی الحال ہمارے ملک میں اس ٹیسٹ کی سہولت ہر جگہ میسر نہیں ہے)۔

جسمانی قرب: انسانوں کا آپس میں جسمانی قرب بھی اس وائرس کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے کیونکہ یہ وائرس انسانی جسم کی رطوبتوں مثلاً لعاب دہن، مادہ منویہ، پیشاب اور رحم سے نکلنے والے پانی میں خارج ہوتا ہے۔

حجامت بنانے کے اوزار: حجاموں کے استرے، تولیے اور دیگر اوزار اگر صحیح طریقے سے صاف نہ ہوں تو یہ بھی وائرس کو پھیلانے کا سبب بن سکتے ہیں۔

چھید کاری: لڑکیوں کے کان اور ناک چھیدنے والی سوئیاں اور جسم پر نام کندہ کروانا یا گلکاری (Tatooing) کروانا بھی اس وائرس کے پھیلاؤ کا ذریعہ ہیں۔

نومولود بچے: اگر کسی حاملہ عورت کے جسم میں یہ وائرس موجود ہو تو بوقت ولادت یہ وائرس نومولود بچے پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور اس کے جگر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے۔

ایک دفعہ یہ وائرس کسی بھی انسان کے جسم تک پہنچ جائے تو پھر یہ جگر کے خاص خلیوں میں سوزش پیدا کرنے کے بعد انہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ وائرس کو جسم میں پہنچنے کے بعد تقریباً ۲ ماہ کا عرصہ لگتا ہے۔ اس دوران وہ جسم کے اندر پروان چڑھتا رہتا ہے اور بالآخر آہستہ آہستہ مرض کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔

ہیپاٹائٹس قسم ''سی'' وائرس

اسے پہلے (Mona Nonb) کہا جاتا تھا۔ حال ہی میں اس کو سائنس نے مکمل طور پر پہچان لینے کے بعد اسے وائرس ''سی'' کا نام دیا ہے۔

اس کے پھیلاؤ کے طریقے وہی ہیں۔ جو اوپر وائرس ''بی'' کے ضمن میں درج کئے جا چکے ہیں۔ تاہم قسم ''سی'' کے یرقان کی شدت نسبتاً کم ہوتی ہے لیکن تقریباً ۵۰ فیصد مریضوں کو دائمی سوزش اور ان میں تقریباً ایک چوتھائی یعنی پچیس فیصد لوگوں میں یہ جگر کا سکڑاؤ پیدا کر دیتا ہے۔ جبکہ چند مریض سرطان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ وائرس قسم ''بی'' سے بھی زیادہ مہلک ہے اور ہمارے ملک میں دوسرے ترقی پذیر ملکوں کی طرح عام ہے۔

ہیپاٹائٹس قسم ''ڈی'' وائرس

یہ ایک نامکمل وائرس ہے جو بذات خود براہ راست مریضوں

پر حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ تاہم جن لوگوں کو وائرس ''بی'' لاحق ہو اور ان میں ''بی'' وائرس کے ساتھ ''ڈی'' بھی بعض اوقات حملہ آور ہو جاتا ہے۔ یہ صورت بہت خطرناک نتائج کی حامل ہو سکتی ہے اور جلد موت کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

ہیپاٹائٹس قسم ''ای'' وائرس

یہ بھی وائرس ''اے'' کی طرح پانی کی آلودگی سے پھیلتا ہے۔ اکثر اوقات ترقی پذیر ممالک میں وبائی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ خصوصاً پاکستان میں تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ یہ بالغ افراد میں اکثر یرقان کا موجب بنتا ہے اور ۲۰ فیصد حاملہ خواتین اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر لقمۂ اجل بن سکتی ہیں۔

یرقان کی ابتدائی علامات

ایک دفعہ مندرجہ بالا اقسام میں سے کوئی بھی وائرس جسم پر حملہ آور ہو جائے تو اوسطاً ۲ سے ۸ ہفتے کے بعد بیماری کی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

پہلے پہل صرف ہلکا بخار، تھکاوٹ اور سر درد کی شکایات جنم لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بھوک لگنا بند ہو جاتی ہے۔ متلی رہتی ہے اور بعض اوقات قے اور دستوں کی شکایت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یرقان کی ابتدائی علامات میں سے ایک اہم علامت سگریٹ پینے والوں کیلئے ذائقہ میں بدمزگی کا پیدا ہونا ہے۔ علاوہ ازیں پیٹ کے اوپر والے حصے میں بعض اوقات ہلکا درد بھی رہتا ہے۔ اس علامت کے پیدا ہونے کے تقریباً ہفتہ عشرہ کے بعد آنکھوں اور پیشاب کی رنگت زرد ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جگر اور تلی دونوں بڑھ جاتے ہیں۔ بعض مریضوں کے گلے کے غدود بھی بڑھ جاتے ہیں۔ زیادہ تر مریضوں میں اس کے بعد یہ علامات آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور مریض تندرست ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ''بی'' وائرس کی علامات بھی مندرجہ بالا شکایات کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں لیکن اس میں ان کی شدت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے اور ان کے علاوہ پٹھوں اور جوڑوں میں درد اور بعض اوقات جلد پر خارش وغیرہ بھی نمودار ہو جاتی ہے۔ اگرچہ وائرس ''اے'' کے مریض بالکل تندرست ہو جاتے ہیں لیکن دیگر اقسام کے وائرس کے مریض بظاہر ٹھیک ہونے کے بعد تندرست نہیں ہوتے اور یہ وائرس جسم میں موجود رہتے ہیں۔ اس طرح یہ بیماری کو مزید پھیلانے کا سبب بن جاتے ہیں۔

طریقہ تشخیص

مندرجہ بالا علامات کی موجودگی میں مریض کیلئے ضروری ہے کہ وہ فوراً اپنے معالج سے رابطہ کرے۔ بعض اوقات یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مریض ازخود لیبارٹری میں جا کر مختلف ٹیسٹ کروانے لگتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ جو بھی ٹیسٹ تشخیص کیلئے ضروری ہو اس کا فیصلہ معالج کے مشورہ سے ہونا چاہیے۔

علاج اور حفاظتی تدابیر

مندرجہ بالا معلومات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یرقان کے علاج اور بچاؤ کے لئے اہم ترین قدم صحیح حفاظتی تدابیر کا اختیار کرنا ہے۔ اگر وائرس کے پھیلاؤ کے طریقوں پر غور کیا جائے پھر ان سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کی جائیں تو اس آفت پر بخوبی قابو پایا جا سکتا ہے۔ حفظان صحت کے بنیادی اصول جن میں ہاتھوں کا صابن سے دھونا، جسم کی مناسب صفائی کا خیال رکھنا، تولیہ صابن اور شیونگ کا سامان الگ الگ استعمال کرنا۔ انسانی فضلہ کو مناسب طریقے سے ٹھکانے لگانا وغیرہ شامل ہیں ان امور کی مکمل پابندی اس مہلک ترین بیماری کے پھیلاؤ کو روکنے کا اہم ترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔

دوسری اہم تدبیر انتقال خون کے اداروں میں خون کا مکمل

معائنہ اور وائرس کی موجودگی کیلئے ٹیسٹوں کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ جس خون میں اس وائرس کے اثرات موجود ہوں وہ خون کسی بھی مریض کو نہ دیا جا سکے۔

مریض کے اہل خانہ کے لئے ہدایات

۱۔ یرقان زدہ مریض کو دیگر اہل خانہ سے مکمل الگ تھلگ کرنے کی عموماً ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یرقان ہونے سے کافی پہلے ہی وائرس اس مریض کی جسمانی رطوبتوں میں خارج ہو جاتا ہے۔

۲۔ زیادہ اہم یہ ہے کہ مریض کی جملہ رطوبتوں کو جن میں پیشاب، لعابِ دہن وغیرہ شامل ہیں صحیح طریقے سے ٹھکانے لگایا جائے۔ اگر گھر میں سیورج سسٹم موجود ہو تو وہ کافی ہے۔ ورنہ فضلہ وغیرہ کو مٹی میں دبا دینا چاہیے۔

۳۔ مریض اور اس کے زیرِ استعمال اشیاء کو چھونے کے بعد ہاتھوں کو اچھی طرح صابن سے دھونا چاہیے۔

۴۔ مریض کے ذاتی استعمال کی اشیاء مثلاً صابن، تولیہ، تھرمامیٹر اور شیونگ کا سامان وغیرہ کوئی دوسرا فرد استعمال نہ کرے۔

۵۔ مریض کے استعمال شدہ برتن کو فوراً اچھی طرح دھو لیا جائے۔ ان کو دھوپ میں خشک کرنا نہایت اہم ہے۔

۶۔ مریض کو جنسی اختلاط سے پرہیز کرنا چاہیے۔

طریقہ علاج

بدقسمتی سے ہمارے ہاں تاثر پایا جاتا ہے کہ جدید طب (ڈاکٹری طریقہ علاج) میں یرقان کا کوئی علاج نہیں حالانکہ یہ تاثر بالکل غلط ہے۔ سائنس کی ترقی نے ہمیں جگر کی بیماریوں کو سمجھنے میں بہت مدد دی ہے اور بعض بیماریوں کو کافی حد تک قابل علاج کر دیا ہے۔

چونکہ جگر جسم کے اہم ترین اعضاء میں سے ایک ہے۔ اس لئے اس کے خلیوں کی سوزش سارے جسم پر اہم اثرات مرتب کرتی ہے۔ علاج سے مراد یہ نہیں کہ دوائیں ہی استعمال کی جائیں۔ خصوصاً سوزش جگر میں حتی المقدور کوشش یہ ہونی چاہیے کہ کم سے کم دوائیں استعمال کی جائیں۔ کیونکہ خوراک کی طرح اکثر ادویات بھی معدہ سے فوراً جگر تک پہنچتی ہیں۔ جہاں وہ اپنے کیمیائی اجزاء میں تبدیل ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر جگر میں سوزش ہو جائے تو زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ جگر کے متاثرہ خلیوں کو آرام ملے اس لئے دواؤں کا استعمال جگر کو مزید نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتا ہے۔

آرام: سوزش جگر کے مریض کے لئے جسمانی آرام مناسب ہے۔ تاہم آرام سے مراد قطعاً یہ نہیں کہ مریض مسلسل لیٹا رہے۔ گذشتہ دہائیوں میں مکمل آرام کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی لیکن اب یہ نظریہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ مریضوں کا اندرون خانہ رہنا اور زیادہ تھکانے والی تمام کیفیات سے بچنا کافی ہے۔ مریض کو گھر کے اندر مناسب حد تک چلنے پھرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

غذا: یرقان کے مریض کیلئے غذا کے پرہیز کے بارے میں بھی عام طور پر بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ یرقان کے مریض کی بھوک تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ مرغن اور چکنائی والی اشیاء کھانے کو اس کا جی نہیں چاہتا لہٰذا ان مریضوں کو بھی ایسی خوراک دینی چاہیے جو ان کیلئے خوش ذائقہ ہو۔ عموماً نشاستہ دار غذائیں ہی ان مریضوں کیلئے تجویز کی جاتی ہیں۔ غذائی اشیاء میں سے کوئی بھی شے یرقان کے مریضوں کیلئے مضر نہیں ہے تاہم غذا بذات خود علاج نہیں ہے۔

ادویات: جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سوزش جگر کے مریضوں کو ادویات کم سے کم استعمال کرنی چاہئیں۔ تاہم متلی،

بخار، سردرد اور بے خوابی وغیرہ کی صورت میں معالج کی تجویز کردہ ادویات استعمال کی جاسکتی ہیں۔

ہسپتال میں داخلہ کی ترجیحات

یرقان کے ہر مریض کیلئے ہسپتال میں داخل ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ تاہم مندرجہ ذیل صورتوں میں مریض کو بہتر اور مسلسل نگہداشت کیلئے ہسپتال میں داخل کروانا بہتر ہوگا۔

۱۔ بہت زیادہ قے یا خون کی قے آنے کی صورت میں۔

۲۔ مریض پر غنودگی طاری ہو رہی ہو۔

۳۔ یرقان بہت گہرا ہو رہا ہو یعنی مریض کی رنگت زرد ہو۔

۴۔ مریض کا پیٹ پھول رہا ہو۔

اگر مریض کی تشخیص مکمل نہ ہو۔ تب بھی اسے ہسپتال میں داخل کروالینا ضروری ہوگا تاکہ مکمل تشخیص ہو سکے۔

یرقان کے لئے حفاظتی ٹیکے

سائنس کی ترقی کی بدولت اب یہ ممکن ہے کہ اس مرض کے بچاؤ کے لئے حفاظتی ٹیکے لگائے جاسکیں۔ ان ٹیکوں کا ایک مرحلہ وار پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ یہ مراحل مختلف لوگوں کو درپیش خطرے کی شدت اور اہمیت کی بنیاد پر مرتب کئے گئے ہیں۔ سب سے بہتر یہ ہوتا کہ تمام ہم وطنوں کیلئے Mass Vaccination یہ ٹیکے ممکن ہوتے ،لیکن محدود وسائل کے پیش نظر درج ذیل پروگرام تجویز کیا گیا۔

ا۔ پہلے مرحلے میں ہسپتالوں میں کام کرنے والے عام عملہ، دندان ساز، لیبارٹریوں میں کام کرنے والے لوگ، بلڈ بنکوں کے ملازمین اور دوسرے اس طرح کے لوگ جو سوزش کے جگر کے مریضوں کے بہت قریب ہوں۔ کیونکہ ان سب لوگوں کو یہ وائرس لاحق ہونے کا خطرہ سب سے زیادہ ہے۔ لہذا ان تمام لوگوں کو فی الفور حفاظتی ٹیکے لگانا نہایت اہم ہے۔ تمام حاملہ عورتوں کو اس وائرس کی موجودگی کے لئے ٹیسٹ کرنے کی تجویز ہے تاکہ ایسی تمام مائیں جن کے جسموں میں یہ وائرس موجود ہوں، ان کے نومولود بچوں کو یہ حفاظتی ٹیکے لگائے جاسکیں۔ اس طرح نومولود بچوں کو وائرس کا شکار ہو کر اس کا حامل ہونے، (Carrier) بننے سے بچانا ممکن ہوگا۔ کیونکہ کسی بھی معاشرے کو سب سے زیادہ خطرہ وائرس کے حامل اشخاص سے ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں ایسے لوگ جن کے جسم میں یہ وائرس موجود ہو۔ ان کے اہل خانہ کو حفاظتی ٹیکے لگائے جائیں۔

آخری مرحلہ میں عام لوگوں اور خصوصاً ہر نومولود بچے کو حفاظتی ٹیکے لگانے چاہئیں تاکہ تمام آبادی کو اس مہلک وائرس سے بچایا جاسکے۔

حفاظتی ٹیکوں کا شیڈول

پچھلے دس سال سے اس مہلک مرض سے بچاؤ کیلئے نہایت ہی باا ثر ویکسین (Engeric-B) موجود ہے۔ یہ ویکسین بیالوجی میں ایک نئی ٹیکنیک (Genetic Engineering) سے تیار کی جاتی ہے۔ اس کا استعمال تقریباً ۹۵ سے ۹۸ فیصد حفاظت فراہم کرتا ہے۔ یہ ویکسین انتہائی محفوظ ہے اور اس کے استعمال سے کسی بھی قسم کے نقصان کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یاد رہے کہ یہ ویکسین صرف ہیپا ٹائٹس B کے خلاف مدافعت پیدا کرتی ہے جبکہ ہیپا ٹائٹس C کی کوئی بھی ویکسین تا حال تیار نہیں ہو سکی۔ یہ ویکسین تین ٹیکوں کی صورت میں دی جاتی ہے۔ پہلے ٹیکے کے ایک ماہ بعد دوسرا اور چھ ماہ بعد تیسرا ٹیکہ دینا ضروری ہوتا ہے پھر اگر پانچ سال کے بعد ایک اور ٹیکہ لگا دیا جائے تو ایسا شخص باقی ماندہ زندگی کے لئے اس مرض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(مکرم کاشف عمران خالد۔کراچی)

عظیم دیوارِ چین

The Great Wall of China

چین کے شمالی حصہ میں حفاظتی نقطۂ نظر سے تعمیر کی گئی یہ دیوار 2400 کلومیٹر(1500) میل لمبی ہے۔ یہ دیوار Kansu(کنسو)ضلع سے لے کر بیجنگ کے شمال میں Yellow Sea تک تعمیر کی گئی ہے۔

اس کا آغاز 210 قبل مسیح سے ہوتا ہے جب تمام ملک ایک حکمران کے تحت متحد تھا۔شمالی جانب کی ریاستوں کے حملہ سے بچنے کی خاطر یہ دیوار تعمیر کی گئی۔قرونِ وسطی میں اس دیوار کی تعمیر نو ہوئی خصوصاً منگولوں سے حفاظت کے لئے۔

موجودہ دیوار Ming بادشاہوں کے سلسلہ (1368-1644) کے وقت کی تعمیر شدہ ہے۔گو کہ دیوار حفاظتی بندوبست کے طور پر بنائی گئی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ آمدورفت کا ذریعہ بھی ہے۔اکثر جگہوں پر اس کی چوڑائی اتنی ہے کہ پانچ گھوڑے (abreast) پہلو بہ پہلو چل سکتے ہیں۔

پیسا کا جھکا ہوا مینار

The Leaning Tower of Pisa

Pisa شمالی اٹلی کا ایک شہر ہے جو دریائے آرنو (River Arno) کے کنارے پر واقع ہے۔دریا کا رخ موڑ دیا گیا ہے جو اب دس کلومیٹر دور بہنے لگا ہے۔ یہ شہر Leaning Tower of Pisa کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔یہ ایک گول مینار ہے جو 55 میٹر (181 فٹ) بلند ہے۔یہ (عمودی) 5 میٹر (17 فٹ) تک ایک طرف جھکا ہوا ہے۔یہ 12 صدی عیسوی میں تعمیر ہوا۔اور اسی وقت سے یہ ایک طرف جھکا ہوا ہے اور آہستہ آہستہ جھکاؤ بڑھتا گیا۔اب چند سالوں سے اس پر چڑھنا منع کر دیا گیا ہے کیونکہ خدشہ ہے کہ یہ گر جائے گا۔

دنیا کا بلند ترین مینار

The Canadian National Tower

انسان کا بنایا ہوا یہ بلند ترین مینار ٹورنٹو کینیڈا میں ہے۔اس کی تعمیر 1973ء میں شروع ہوئی اور 1976ء میں مکمل ہوا۔اب اس کی بلندی 553 میٹر (1,815.5 فٹ) ہے۔بشمول Communication Mast کے جو 100 میٹر بلند ہے۔یہ ایفل ٹاور سے تقریبا دوگنا زیادہ اونچا ہے اور واشنگٹن مانویسٹ سے تین گنا لمبا ہے۔24/جون 2004ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دورۂ کینیڈا کے موقع پر اس ٹاور کو بھی دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔

چینل ٹنل

The Channel Tunnel

یہ ایک زمین دوز سرنگ ہے جو برطانیہ اور فرانس کے

درمیان سمندری راستے English Channel کے نیچے بنائی گئی ہے۔اس کی تعمیر 1987ء میں شروع ہوئی اور 1994ء میں عام استعمال کے لئے کھولی گئی۔ یہ 49 کلومیٹر (31 میل) لمبی ہے۔اس سرنگ کی وجہ سے جزائر برطانیہ کا مین لینڈ یورپ سے ریل کا رابطہ ہو گیا ہے۔انگلینڈ میں Foldestone کے نزدیک اور فرانس میں Calis کے مقام پر اس سرنگ کے دھانے ہیں۔

پانامہ نہر

The Panama Canal

یہ نہر 80 کلومیٹر (50 میل) لمبی ہے۔ اور بحرالکاہل کو بحراوقیانوس سے ملاتی ہے۔1534ء میں سپین کے بادشاہ چارلس اوّل نے اس نہر کی تعمیر کے لئے جائزہ لینے کا حکم دیا تھا۔تین صدیوں کے بعد اس کی تعمیر شروع ہوئی۔اور فرانسیسی انجینئر Ferdinand de Lesseps نے 1881ء میں اس کی کھودائی پر کام شروع کیا اور 1889ء میں چھوڑ دیا۔ فرانسیسیوں نے تقریباً 20 سال اس منصوبہ پر محنت کی لیکن آخرکار بیماریوں اور معاشی مسائل کی وجہ سے منصوبہ کو نامکمل چھوڑ دیا۔1903ء میں پانامہ اور امریکہ کے درمیان اس کی تعمیر کا معاہدہ ہوا۔امریکہ نے فرانس کی کمپنی سے اس کے حقوق 40 ملین ڈالر میں خرید سے اور تعمیر شروع کردی۔

یہ عظیم الشان منصوبہ 10 سال میں (1914) میں مکمل ہوا۔

اور اس پر 387 ملین ڈالرز لاگت آئی۔

پانامہ نہر کے اردگرد کا حصہ 1979ء تک امریکہ کے زیرانتظام رہا۔بعد میں پانامہ کو منتقل ہو گیا۔

مجھے بھی نور سے کردیجئے رفو سائیں

ترے جمال سے روشن مرا لہو سائیں
نہیں اب اور کسی کی بھی جستجو سائیں

کوئی تو پھولنے والی بہار مجھ میں کھلے
میں ایک خشک سا پتا ہوں بے نمو سائیں

شبِ سیاہ سا اک زخم سا دریدہ وجود
مجھے بھی نور سے کر دیجئے رفو سائیں

سنا ہے اشکِ ندامت قبول ہوتے ہیں
تو اشک حاضر خدمت ہیں باوضو سائیں

کتابِ عُمر کا سارا حساب ساون ہے
جبھی تو اشک سے کرتے ہیں گفتگو سائیں

(نورالجمیل نجمی، فیکٹری ایریا احمد۔ربوہ)

دنیا کی بلند ترین عمارتیں

	عمارت	تعمیر	منزلیں	بلندی
1	تائی پے 101، تائی پے تائیوان	2004ء	101	508 میٹر 1,667 فٹ
2	Petronas Tower 1 کولالمپور، ملائیشیا	1998ء	88	452 میٹر 1,483 فٹ
3	Petronas Tower 2 کولالمپور، ملائیشیا	//	88	452 میٹر 1,483 فٹ
4	Sears Towers شکاگو امریکہ	1974ء	110	442 میٹر 1,450 فٹ
5	Jim Mao Building شنگھائی چین	1999ء	88	421 میٹر 1,381 فٹ

(مرسلہ: مکرم مبشر احمد ڈار صاحب)

کتب خانے کی پرسکون فضا میں جو مختصر لمحے گزرتے ہیں۔ میرے لئے وہ نپولین اور سکندر اعظم کی تمنائے زندگی کی صدیوں سے زیادہ بیش بہا اور قابل قدر ہیں۔ دائیں بائیں آگے پیچھے اور اردگرد مجلد اور منقش خزانہ انبار در انبار چنا ہوتا ہے۔ اس پر کتب خزانہ کا سکوت نیم شبی سناٹے کو مات کرتا ہے اور میں بھی سمجھتا ہوں کہ الہ دین کی غار میں ہوں اور ہر چہار طرف زر و جواہر کے انبار ہیں۔ سب میرے اور ذاتی تصرف کیلئے۔

میں ایک دلچسپ کتاب ہاتھ میں لیے دنیا و مافیہا کے تفکرات سے بے نیاز ہو کر گویا جنت الفردوس میں تھا۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ زندگی ایک دلچسپ شیریں خواب ہے۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے دھماکے کے ساتھ اپنا منحوس قدم دروازے میں دھمک کر رکھا ''کون ہے؟'' میرے سر میں برچھی سی لگی میں نے ایک دم اپنا سر پکڑ لیا اور کتاب میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

''کوئی اخبار وخبار نہیں ہے......ہم......ن، ن...... اتنا کہا اور لپک کر انہوں نے اپنی انگریزی ٹوپی پٹک دی اور پھر عجیب کھر بڑ شروع کی کسی چوڑی میز پر نظر دوڑا کر ایک دم سے اخباروں کو اٹھا اٹھا کر پٹکنا اور پھینکنا شروع کیا۔ اس قدر تیزی سے ورق الٹنے شروع کئے کہ ایک شور بے ہنگام برپا ہو گیا۔ کوئی دس منٹ تک ان کی یہ اخبار بینی جاری رہی۔ اتنے میں لائبریرین صاحب آ گئے تو یہ بولے۔ ''کوئی نیا اخبار نہیں آیا؟''

''سب تازہ اخبار تو آپ کے سامنے چنے ہوئے ہیں۔ لائبریرین نے کہا۔ فہرست بھی آج کی سامنے آویزاں ہے۔ کہ کون کون سے اخبار موجود ہیں۔ آپ نے دیکھی؟

''اچھا'' انہوں نے کہا اور فہرست جو دیوار پر آویزاں تھی۔ اس کو غور سے کھڑے ہو کر پڑھنے لگے۔

''اچھا تو یہ سب اخبار موجود ہیں''۔ یہ کہتے ہوئے میز پر بڑھے اور اب تصدیق کی ''کیا واہیات ہے'' لائبریرین صاحب کو مخاطب ہو کر بولے۔ ''لائبریری کی یہ بدتمیزی نہ گئی کہ تمام اخبار پھینٹ کر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یہ دیکھئے کوئی احمق ''لیڈر'' کے صفحے ''پاؤنیر'' میں ملا گیا ہے۔ یہ دیکھئے پھر پرانے اخبارات کی موجودگی میز پر کچھ سمجھ نہیں آتی۔ خواہ مخواہ پڑھنے والوں کو پریشان کرنے کے لئے۔

لائبریرین نے مؤدبانہ عرض کی ''جناب صرف ایک روز قبل کے پرانے اخبار لازمی رکھے جاتے ہیں وہ دوسری لائن میں ہوتے ہیں۔ مگر صاحب کیا کروں کوئی بدتمیز آیا اور تمام میز کرید کر ڈال گیا۔ ابھی ابھی قرینے سے جما کر گیا ہوں۔ شاید ان حضرت کو اب پتہ چلا کہ وہ ''بدتمیز'' شخص جو اس بدعت کا ذمہ دار تھا۔ سوائے اُن کے کوئی دوسرا نہ تھا۔

اخباروں پر سرسری نظر ڈال کر اور دو ایک کو جو خود انہوں نے تتر بتر کر دیئے تھے۔ قرینے سے جما کر لائبریرین سے بولے۔ کوئی عمدہ کتاب نکلوا دیجئے'' گویا اخبار بینی کر چکے۔

''بہت بہتر۔ فرمایئے کون سی؟''

''کوئی اردو کی ہو نہیں خیر انگریزی کی سہی''۔

لائبریرین نے کتابوں کی فہرست سامنے کر دی اور یہ حضرت کتاب پسند کرنے میں مشغول ہو گئے۔

میرے پراگندہ دماغ کو قدرے سکون ملا۔ جب یہ حضرت لائبریرین سے کتاب لینے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ میں

نے کتاب دوبارہ اُٹھائی۔ عبارت تلاش کی۔ دماغ میں سلسلہ مضمون کو دوبارہ قائم کیا اور خیالات کو ایک مرکز پر لا کر میں پھر کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔

ایک حضرت آئے اور مجھ سے کوئی پانچ چھ قدم پر ایک صوفے پر تکیہ لگا کر میری طرف پشت کر کے بیٹھ گئے۔ اور ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ مگر یہ حضرت نہایت ہی خلیق اور ملنسار معلوم ہوتے تھے۔ کوئی بیس منٹ تک تو کتاب پڑھتے رہے پھر زور سے کھنکار کر میری طرف دیکھا۔ نظر چار ہوتے ہیں۔ عجیب حیرت واستعجاب سے بولے "کمال کر دیا ہے"۔

میں نے اُن کی بات میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ اور کچھ نہ بولا تو بولے۔ تاج محل...... عجیب وغریب عمارت ہے۔ اُستاد عیسیٰ نے بنایا ہے۔ واللہ اب تک میں یہی جانتا تھا کہ نقشہ اس کا ایک اٹلی کے رہنے والے نے بنایا ہے"۔

"جی ہاں" میں نے کہا اور گفتگو کو ختم کرنے کی نیت سے فوراً ہی اپنی کتاب پر پھر نظر جمالی۔ کیونکہ میں کتاب کے نہایت دلچسپ مقام پر پہنچ گیا تھا اور کسی کا مخل ہونا مجھے ذرہ بھر گوارا نہ تھا۔ مگر پانچ منٹ بعد وہ اُچک کر بولے۔ "یہ دیکھئے خود دوسرے منصف مزاج مؤرخوں کے اقوال سے مصنف ثابت کرتا اور ...."

"جی ہاں"۔ میں نے کہا۔ "میں نے پڑھا ہے پوری کتاب میں نے پڑھی ہے"۔

وہ پھر پڑھنے میں مشغول ہو گئے اور میں بھی مشغول ہو گیا۔ مگر دس منٹ بعد وہ پھر پڑھتے پڑھتے اچھل پڑے۔ کیا کہنا ہے مصنف کی قابلیت کا۔ چودہ مستند حوالے۔ ذرا غور تو فرمایئے۔ میں نے پڑھا ہے۔ میں نے تنگ آ کر کہا۔

"مگر یہ سب......"

میں نے پڑھا ہے۔ میں نے کُل کتاب پڑھی ہے۔ یہ کہہ کر میں انداز بے نیازی کے ساتھ کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ مگر دس منٹ مشکل سے گزرے ہوں گے۔ کہ انہوں نے بے تاب ہو کر مجھ سے کہا۔ "یعنی یہ دیکھئے کہ......"

"میں نے پڑھا ہے" میں نے زور دے کر کہا......"

"تو پھر آپ نے دیکھ لیا ہو گا"۔

"ارے صاحب میں نے پڑھا ہے"۔ اب کے میں نے رو کر کہا۔ "سب پڑھا ہے"۔

"میں آپ کو عبارت ہی سنائے دیتا ہوں......"

"میں نے پڑھا ہے" موت کی تکلیف اٹھاتے ہوئے میں نے کہا۔ مگر وہ میری کب سنتے تھے۔ مست ہو کر ہوا میں انگلی بار بار اُٹھا کر با آواز کتاب پڑھ کر مجھے سنانے لگے...... تمام دنیا کے مؤرخین اس بات پر متفق......"

کسی نے سچ کہا کہ تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان حضرت کی ضد، بدتمیزی اور جارحانہ کارروائی نے میرے لئے زیست کا سوال پیدا کر دیا۔ میں کمزور آدمی پاگل ہو گیا۔ وہ میری طرف پشت کئے بیٹھے تھے۔ میں نے اپنی کرسی کا بڑا گدا گھسیٹ کر پوری قوت "آ...... ہم" کر کے بے خبری میں اُن کے سر پر نہایت زور سے گھما کر مارا اور کرسی پھاند کر بدحواسی میں سر پر پیر رکھ کر بھاگا۔

چشم زدن میں لائبریری کے احاطہ کی دیوار پھاند کر کھیتوں کھیت ڈاک گاڑی کی رفتار سے اُڑا جا رہا تھا۔ نہ دیکھوں خندق نہ کھائی۔ سامنے ایک باڑ نظر آئی چاہا کہ کترا کر نکل جاؤں۔ مگر کہاں؟ لہذا اس ارہر کے جھانکڑوں کی باڑھ پر سے اُڑنے کی کوشش جو کی تو اُلجھ کر گرا۔ بوکھلا کر اٹھا۔ مڑ کے لائبریری کے برآمدے کی طرف نظر کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ بے اختیاری کے عالم میں ان کے ہاتھ میں کتاب دیکھتے ہی زور سے پکار کر میں نے وہیں سے ہاتھ اُٹھا کر کہا "میں نے پڑھا ہے"۔

(مرزا عظیم بیگ چغتائی بحوالہ ادبی پارے)

❀ ❀ ❀ ❀

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان 2005-2004ء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان 05-2004 کے لئے درج ذیل عہدیداران کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔

والسلام
خاکسار
سید محمود احمد
صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

نمبر شمار	شعبہ	نام
1	نائب صدر اوّل	مکرم سلیم الدین صاحب
2	نائب صدر دوئم	مکرم اکبر احمد صاحب
3	معتمد	مکرم نصیب احمد صاحب
4	مہتمم خدمت خلق	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
5	مہتمم تربیت	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
6	مہتمم تربیت نومبائعین	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
7	مہتمم مال	مکرم مدثر احمد صاحب
8	مہتمم تعلیم	مکرم فرید احمد نوید صاحب
9	مہتمم عمومی	مکرم اسد اللہ غالب صاحب
10	ایڈیشنل مہتمم عمومی	مکرم عتیق الرحمٰن صاحب
11	مہتمم صحت جسمانی	مکرم مظفر احمد قمر صاحب
12	مہتمم وقار عمل	مکرم مرزا عدیل احمد صاحب
13	مہتمم صنعت وتجارت	مکرم سید میر محمود احمد صاحب
14	مہتمم تحریک جدید	مکرم مرزا ناصر انعام صاحب
15	مہتمم اصلاح وارشاد	مکرم امین الرحمٰن صاحب
16	مہتمم تجنید	مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب
17	مہتمم امور طلباء	مکرم مشہود احمد صاحب
18	مہتمم اشاعت	مکرم اسفندیار منیب صاحب
19	مہتمم اطفال	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
20	مہتمم مقامی	مکرم حافظ راشد جاوید صاحب
21	محاسب	مکرم افتخار اللہ سیال صاحب
22	معاون صدر	مکرم فرید احمد ناصر صاحب
23	معاون صدر	مکرم مشہود احمد ذیشان صاحب

Monthly KHALID C. Nagar
Editor: Mansoor Ahmad Nooruddin
January 2005
Regd. CPL # 75/CR